http://paksociety.com

ساتویں قسط

ٹینا بیگم کی طبیعت صبح سے کچھ اپ سیٹ تھی۔۔۔!!!

شہر زاد کی پریس کانفرنس نے خرابی طبیعت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ تبھی سیف الرحمن کی کال آئی تو وہ ان کو منع نہیں کر پائیں ،اور ان کے ساتھ میریٹ میں ڈنر کرنے چلی آئیں۔ڈنر کے دوران بھی دونوں کا موضوع گفتگو شہر زاد کا تازہ ترین کیس تھا، جس کی آج دوپہر میں پیشی تھی۔

وہ کھانا کھانے میں مصروف تھیں، جب اچانک ٹی وی پر چلنے والی بریکینگ نیوز میں آنے والے بیرسٹر شیری کے نام نے ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی نیوز رپورٹر گلا پھاڑ پھاڑ کر اسلام آباد ایکسپریس وے پر ہونے والے حملے کے بارے میں بتا رہا تھا۔

ٹینا بیگم کو سو واٹ کا کرنٹ لگا، انہوں نے بوکھلا کر سامنے دیوار پر لگی ایل ای ڈی پر شہر زاد کی خراب حالت گاڑی کو دیکھا، ان کے ہاتھ سے کرسٹل کا گلاس چھوٹ کر نیچے جا گرا اور کرچیوں کی صورت میں زمین پر بکھر گیا۔ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا۔ گاڑی پر گولیوں کی بارش کی گئی تھی۔وہ اندازہ کر سکتی تھیں کہ اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کا کیا حال ہوا ہو گا۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!!" انہوں نے خوفزدہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ لبوں پر رکھ لیے۔سیف الرحمن نے ان کی نظروں کے تعاقب میں ٹی وی کی طرف دیکھا جہاں پر ٹیکر چل رہا تھا۔ان کو بھی جھٹکا لگا۔

"بیرسٹر شہر زاد پر اسلام آباد ایکسپریس ہائی وے پر قاتلانہ حملہ۔۔۔

"سیفی۔۔۔میری بیٹی۔۔۔" ان کے منہ سے بمشکل یہ الفاظ نکلے، وہ حواس باختہ انداز میں کھڑی ہوئیں انہیں لگا جیسے زمان و مکان کی گردشیں ایک لمحے کو تھم سی گئی ہیں اور کسی نے پوری ریل ٹرین ان کے وجود پر سے گذار دی ہو۔

"ٹیک اٹ ایزی۔۔۔بی بریو ٹینا۔۔۔" سیف الرحمن نے فوراً اٹھ کر ان کو سہارا دیا۔

"ناظرین بیرسٹر شہر زاد آجکل وفاقی وزیر حاکم علی کے بیٹے میر خاقان علی کے خلاف ایک کیس کے حوالے سے کافی خبروں میں تھیں۔۔"

ٹی وی پر کسی نیوز اینکر نے پگھلا ہوا سیسہ ان کے کانوں میں انڈیلہ، میر حاکم علی کا نام ان سن کو ان کے دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں، اس خاندان کو کون نہیں جانتا تھا۔ وہ چلتے چلتے رکیں اور ایک پلر کر پکڑ کر انہوں نے خود کو گرنے سے بچایا۔

دماغ میں سوچوں کا اژدھام تھا اور ذہن اس قدر منتشر تھا کہ کسی بھی مثبت سوچ کو وہاں قدم جمانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ان کی پیشانی پر نمودار ہونے والی پسینے کی بوندیں سیف الرحمن کی نظروں سے مخفی نہیں رہ سکیں۔

ابھی تو رومیصہ کی کوئی خبر نہیں تھی کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا، اوپر سے شہر زاد پر ہونے والے اس حملے نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔ ہوٹل سے ہوسپٹل کا سارا راستہ انہوں نے ٹشو پیپر سے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے گذارا۔ ہوسپٹل کی پارکنگ میں سیفی کی گاڑی جیسے ہی رکی، میڈیا سے تعلق رکھنے والے بے شمار نیوز رپورٹرز اور جرنلسٹ ان کی طرف لپکے۔ ٹینا بیگم کا بیوروکریٹ سیف الرحمن کے ساتھ آنا بھی ایک بڑی خبر تھا۔

"میم بیرسٹر شیری پر ہونے والے حملے کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں۔۔۔؟" مختلف رپورٹرز کے سوالات نے ان کا تعاقب کیا۔ وہ ان سوالوں کا کوئی بھی جواب دیئے بغیر تیز تیز کوریڈور میں چل رہی تھیں ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر شیری کے پاس پہنچ جاتیں۔ بے شمار کیمروں نے مشہور و معروف بیوروکریٹ سیف الرحمن اور ٹینا بیگم کو ایک ساتھ اپنے اپنے کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کر لیا۔

"میم، آپ کے خیال میں بیرسٹر شیری کو کس نے مارنے کی کوشش کی ہے۔۔۔؟"

"آئی ڈونٹ نو۔۔۔" وہ بمشکل خود پر ضبط کرتیں ہوئیں تیزی سے آئی سی یو کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

"آپ کے خیال میں اس قاتلانہ حملے کے پیچھے آپ کی دوسری بیٹی کے اغوا کاروں کا تعلق ہو سکتا ہے یا کوئی اور۔۔۔؟" ایک اور سوال نے ان کا تعاقب کیا، وہ چلتے چلتے رکیں، ان کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہوا۔

"فار گاڈ سیک، کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو، میری بیٹی اس وقت آئی سی یو میں ہے اور میں ابھی کوئی بھی اسٹیٹمنٹ دینے کے قابل نہیں ہوں۔" وہ لوگوں کے ہجوم کو دھکیلتی ہوئیں سیف الرحمن کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھیں۔

"ٹینا میم، اس موقعے پر آپ کچھ کہنا چاہیں گی۔۔۔؟" ایک اور صحافی بھاگ کر عین ان کے سامنے آن کھڑا ہوا اور اس نے اپنا مائیک جیسے ہی ٹینا کے آگے کیا، ان کے ضبط کا دامن ٹوٹ گیا۔

"شٹ اپ، آئی سے جسٹ شٹ اپ۔۔۔" ان کے چیخنے پر ایک دم سناٹا چھا گیا، بہت سے رپورٹر غیر شعوری طور پر دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔

"ٹینا، پلیز کول ڈاؤن۔۔۔!!!"

سیفی نے نرمی سے ان کا ہاتھ پکڑا اور بڑی سرعت سے آگے نکلے اور ارتضی حیدر نے دُور کھڑے ہی ساری صورتحال کا اندازہ لگا لیا ،اس کے اشارے پر بہت سے سیکورٹی گارڈز نے ٹینا بیگم کو اپنے حصار میں لیا اور وہ اب بغیر کسی رکاوٹ کے آئی سی یو کے پاس پہنچ گئی تھیں۔

اس کوریڈور میں بہت خاص خاص لوگ موجود تھے، جن میں سب سے نمایاں چہرہ مسز قریشی کا تھا۔ جو اس وقت میڈیا کے کچھ نمائندوں کو اپنا پوائنٹ آف ویو بڑے متحمل انداز میں بتا رہی تھیں۔

شہر زاد آجکل ٹمبر مافیا کے خلاف کیس لڑ رہی تھی اور مجھے لگتا ہے اس کاروائی کے پیچھے ان لوگوں کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔

"آپ کا اشارہ میر خاقان علی کی طرف ہے۔۔۔" ایک رپورٹر نے چسکا لینے کے انداز میں کہا لیکن اس سے پہلے وہ اس کے سوال کا کوئی جواب دیتیں ان کی نظر ٹینا بیگم پر پڑی، وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھیں۔

"عالیہ، میری بیٹی۔۔۔" ٹینا بیگم کے منہ سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر باہر نکلے۔

"ٹینا، ٹیک اٹ ایزی۔ وہ خطرے سے باہر ہے۔۔۔" مسز عالیہ قریشی نے فوراً انہیں بتایا لیکن ٹینا بیگم ہنوز سخت تشویش کا شکار تھیں۔

"کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹرز۔۔۔؟؟؟"

"ایک گولی شیری کے کندھے کو چھو کر گذری ہے اور گاڑی کے کچھ شیشے ٹوٹ کر لگے ہیں، باقی ڈرائیور اللہ کا شکر ہے محفوظ ہے۔"

مسز قریشی کی اطلاع پر ٹینا بیگم کی سانسیں بحال ہوئیں۔

"تھینکس گاڈ۔۔۔" ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا

"میں دیکھ سکتی ہوں اسے۔۔" انہوں نے اپنی نم ہوتی آنکھوں کو ٹشو سے صاف کیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔" مسز قریشی نرمی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر آئی سی یو کی گلاس وال کی طرف لے آئیں۔

سامنے شہر زاد کا وجود بے شمار تاروں اور مشینوں میں جکڑا ہوا تھا، اس کے چہرے پر زردیاں گھلی ہوئیں تھیں، وہ اس وقت بے ہوش تھی ٹینا بیگم کے دل پر کسی نے گھونسہ مارا۔ ان کی آنکھوں سے بے آواز آنسو بہنے لگے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ شہر زاد کو اس حالت تک پہنچانے والوں کا منہ نوچ لیتیں یا کم سے کم پھانسی کے پھندے سے لٹکا دیتیں۔

"بی بریو ٹینا۔۔۔!!!" مسز عالیہ قریشی نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا۔

"میں ان لوگوں کو چھوڑوں گی نہیں۔۔۔" وہ روتے ہوئے زیر لب کہہ رہی تھیں۔

"ٹینا۔۔۔ پلیز ٹیک اٹ ایزی۔۔۔" ایک کونے سے سیف الرحمن نکل کر آگے بڑھے اور ٹینا بیگم کو اس وقت کسی جذباتی سہارے کی اشد ضرورت تھی، وہ بلا ارادہ ان کے کندھے سے لگ کر سسکنے لگیں، بے شمار کیمروں کی فلیش لائٹس چمکیں اور انہوں نے اس

http://paksociety.com

منظر کو بھی اپنی آنکھ میں محفوظ کر لیا، آنے والے دنوں میں یہ خبر ایک دفعہ پھر چٹ پٹے مصالحے کی صورت میں اخبارات اور میگزین کی زینت بننے والی تھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

برکھارت کی جھڑی نے مری میں ایک سماں باندھ رکھا تھا۔ گھنگھور گھٹائیں کیا برسیں، ہر چیز نکھری نکھری نظر آنے لگی۔ بھیگا موسم منچلا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پھولوں اور درختوں نے ساون میں جھومنا شروع کر دیا۔

عام حالات میں تو در شہوار اور اسکی کزنز اس موسم کو خوب انجوائے کرتیں لیکن در شہوار کی طبعیت کی خرابی نے پورے میر ہاؤس میں ایک اداسی کی کیفیت طاری کر رکھی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے چہکنے والی بلبل کا کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو۔

در شہوار کا بخار کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر ثبت ہو چکی تھی۔ محمد ہادی کی آخری گفتگو نے اسے آسمان سے زمین پر لا پٹخا تھا اور ابھی تک اس کے حواس بحال نہیں ہوئے تھے۔

اس کی معصوم شرارتیں، شوخ جملے اور بے ضرر سی گستاخیوں کا اس نے انتہائی بُرا مطلب اخذ کیا تھا۔ در شہوار اس کے تلخ الفاظ تو بھول سکتی تھی لیکن اس کا زہر آلود لہجہ اس کی راتوں کی نیندیں اور دن کا سکون برباد کر چکا تھا۔ عزت نفس کو روند کر حاصل کی جانے والی محبت کا روپ اتنا بھیانک بھی ہو سکتا ہے، در شہوار کا اس کا اندازہ نہیں تھا۔ وہ شخص اس کے پندار کو روند کر بڑی شان سے چلا گیا تھا اور اس کے اندر بے چینی کا ایک جہان آباد ہو گیا تھا۔

پچھلے تین دن سے وہ سوچوں کے اس جہنم میں جل رہی تھی۔ جو بخار کی صورت میں اس کے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا، چونکہ ہر شرارت کا آغاز در شہوار کی طرف سے ہوتا تھا، اس لیے نمیرہ، طوبیٰ اور انابیہ بھی دم سادھے بیٹھی تھیں۔ اس دن نمیرہ جھنجھلا کر اپنی گینگ لیڈر کے کمرے میں چلی آئی۔

"خدا کے لیے در شہوار، اب ٹھیک ہو جاؤ، قسم سے سخت بوریت پھیلا رکھی ہے تم نے۔۔۔"

نمیرہ گرما گرم پکوڑوں کی پلیٹ لیے اندر داخل ہوئی اور سوئچ بورڈ کے سارے ہی بٹن نیچے کر دیئے، پورا کمرہ روشنیوں سے بھر گیا، در شہوار نے بے ساختہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ اس کے چہرے پر ناگواری کا تاثر بڑی قوت سے ابھرا۔ یہ روشنیاں اور اجالے اسے کچھ دن سے بہت بُرے لگ رہے تھے۔ نمیرہ نے اندر داخل ہوتے ہی اسے خفا نظروں سے گھورا۔

"اتنا آفت موسم ہے، دل کر رہا ہے فوراً کشمیر پوائنٹ پر لمبی واک کر کے آئیں۔۔" اس نے در شہوار کے کمرے کی کھڑکی کا پردہ پیچھے کیا۔ سامنے ہادی کے کمرے کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ اسکی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئیں تھیں لیکن وہ کمرے میں موجود نہیں تھا۔

"ارے واہ، کیا مزے دار چٹنی ہے پودینے کی۔۔۔" نمیرہ نے ایک زوردار چٹخارہ لیا لیکن در شہوار پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں، کہیں خدانخواستہ قوت گویائی سلب تو نہیں ہو گئی تمہاری۔۔۔" نمیرہ نے اسکے پاس آ کر شرارت سے کمبل ہٹایا، در شہوار کو کرنٹ لگا۔ وہ غصّے سے اٹھ بیٹھی اور شعلہ اگلتی نگاہوں سے نمیرہ کو گھورنے لگی، جس کی شوخیاں اس وقت زہر لگ رہی تھیں اُسے۔

"پکوڑے کھاؤ گی۔۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے ایک پکوڑا اسکی طرف بڑھایا، وہ ایک جھٹکے سے اٹھی، غصّے سے نمیرہ کا بازو پکڑا، اور کھینچتی ہوئی کمرے کے دروازے کے پاس لے گئی اور زور سے باہر کی طرف دھکا دے کر دروازہ لاک کر لیا۔

نمیرہ جو اس حملے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں تھی، وہ سامنے سے آتے ہوئے شاہ میر سے بُری طرح ٹکرائی، اس کے ہاتھوں سے پکوڑوں کی پلیٹ اچھل کر زمین پر جا گری اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتی ہوئی طوبیٰ نے یہ منظر انتہائی بیزاری سے دیکھا۔ شاہ میر اور نمیرہ کی بڑھتی ہوئی بے تکلفی اس کی دل آزاری کا باعث بن رہی تھی۔

"استغفر اللہ، یہ تم کیا بگولے کی طرح اڑتی پھر رہی ہو۔۔۔"؟ شاہ میر نے سہارا دے کر اسے کھڑا کیا۔

"تمہاری بہن کا کارنامہ ہے یہ، وہ بھی بخار میں۔۔" نمیرہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"تمہیں کس نے کہا تھا اسے چھیڑو۔۔۔"

"جب اپنا موڈ ہو تو کسی کو بخشتی ہے وہ۔۔۔" نمیرہ نے حسرت بھری نگاہوں سے زمین پر گرے پکوڑوں کو دیکھا۔

"پتا ہے ناں، آجکل طبعیت ٹھیک نہیں ہے اس کی۔۔۔" شاہ میر نے فوراً بہن کی طرفداری کی۔

"تمہیں خیال رکھنا چاہیے اس کا۔" شاہ میر نے کنکھیوں سے طوبیٰ کے چہرے کے بگڑے ہوئے زاویئے دیکھے اور اپنے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ کا گلا گھونٹا، کیونکہ اس سے کچھ بعید بھی نہیں تھا کہ زمین پر پڑی ہوئی پلیٹ اٹھا کر اس کے سر پر دے مارتی۔ وہ منہ بناتی ہوئی سامنے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گئی، ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی کا بٹن آن کیا لیکن اس کی سماعتیں شاہ میر اور نمیرہ کی جانب تھیں۔

"اسی لیے تو گئی تھی کہ اس کا دل بہل جائے، لیکن اس نے تو ذرا بھی لحاظ نہیں کیا۔" اس نے منہ بنا کر در شہوار کی شکایت لگائی۔

"کوئی بات نہیں خود ہی سیٹ ہو جائے گی دو چار دن میں۔۔۔" شاہ میر نے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔

"تمہارے پاس کچھ ٹائم ہے تو مارکیٹ چلو گے میرے ساتھ۔۔۔" نمیرہ کی اس فرمائش پر طوبیٰ کے کان کھڑے ہو گئے۔

"تمہارے لیے ٹائم نہیں ہو گا تو اور کس کے لیے ہو گا۔۔۔" شاہ میر کا شوخ جملہ طوبیٰ کو سلگا گیا۔

"ارے واہ، مجھے تو پتا ہی نہیں تھا، میں بھی اتنی اہم ہوں کسی کے لیے۔۔۔" نمیرہ کھلکھلا کر ہنسی اور طوبیٰ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

http://paksociety.com

"دو منٹ میں ریڈی ہو جاؤ، میں چینج کر کے آتا ہوں، واپسی پر واک بھی کریں گے لمبی سی۔۔۔" شاہ میر نے کنکھیوں سے طوبیٰ کا سرخ چہرہ دیکھتے ہوئے اسے مزید جلایا، وہ جانتا تھا کہ اس وقت اس کا بس نہیں چل رہا ہو گا کہ ان دونوں کو میر ہاؤس کی چھت سے دھکا دے دے، اور وہ دونوں دوسرا سانس تک نہ لے سکیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر زاد کو کچھ ہی گھنٹوں کے بعد ہوش آ چکا تھا۔۔۔

اسے آئی سی یو سے پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا۔ اب اس کی حالت خطرے سے باہر تھی۔

شہر زاد کے ہوش میں آتے ہی، پولیس اس کا بیان ریکارڈ کرنے آن پہنچی اور شہر زاد نے خاصی عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نپے تلے انداز میں اپنا بیان دیا تھا اور اسکے لہجے میں اپنے دشمنوں کے لیے کوئی لچک نہیں تھی۔

"اس حادثے کے بعد آپ کا مورال کم تو نہیں ہوا۔۔۔؟" ایک جرنلسٹ نے سنجیدگی سے اس سے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے میرے مخالفین کو اس بات کا اندازہ نہیں کہ جب انسان موت کی دہلیز کو چھو آتا ہے تو وہ مزید نفع و نقصان سے بے نیاز ہو جاتا ہے، دنیا میں سب سے خوفناک چیز موت ہے اور اس کا بہت قریب سے مشاہدہ کرنے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ "اب دنیا کی کوئی بھی چیز مجھے نہیں ڈرا سکتی۔" وہ بڑے متحمل انداز میں بولتی ہوئی بہت سے لوگوں کو رشک میں مبتلا کر گئی۔

"میم، میرا خیال ہے کہ یہ حملہ اسی کیس کے تناظر میں ہوا ہے جو آجکل آپ لینڈ مافیا کے خلاف لڑ رہی تھیں۔"

"تو اس کا تو پھر یہی مطلب ہوا کہ میرے مخالفین مجھ سے خوفزدہ ہیں اور مجھے تو اس بات کو انجوائے کرنا چاہیے۔" اس کی بات پر وہاں کھڑے کچھ رپورٹرز ہنس پڑے۔

"میرا خیال ہے اب یہ سیشن ختم ہو جانا چاہیے، آپ لوگوں سے رابطہ رہے گا۔" شہر زاد نے بہت سمجھداری سے میڈیا کے لوگوں کو ہینڈل کیا تھا، وہ جانتی تھی کی موجودہ دور میں ان سے بگاڑنا سب سے بڑی بے وقوفی تھی، ان سب کے نکلتے ہی ٹینا بیگم اس کے بالکل قریب آن پہنچیں۔

انہوں نے صدمے بھری نگاہوں سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا، اس کی آنکھیں متورم، بال الجھے ہوئے اور چہرہ انتہائی زرد تھا لیکن اس کا لہجہ پہلے کی طرح پر اعتماد اور مضبوط تھا، اور اس چیز نے ٹینا بیگم کو بھی حیران کیا تھا، وہ یہ چیز زندگی میں کبھی نہیں سیکھ پائیں تھیں۔

"میں چھوڑوں گی نہیں ان لوگوں کو۔۔۔" ٹینا بیگم کی آنکھوں سے امڈنے والے آنسو شہر زاد کو تکلیف دے رہے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں مام۔۔۔" اس نے زبردستی مسکرا کر انہیں مطمعن کرنے کی کوشش کی۔

http://paksociety.com

"تم میر حاکم کی فیملی کے خلاف کیس لڑ رہی تھیں، تم نے یہ بات مجھے کیوں نہیں بتائی۔۔۔" ان کے پریشان چہرے کو شہر زاد نے تعجب سے دیکھا۔

"مام میرا تو کام ہی یہی ہے، آپ کیوں ٹینس ہو رہی ہیں۔۔۔" وہ بمشکل اٹھ کر بیٹھی، اس کی رگوں میں ابھی تک کھچاوٹ برقرار تھی، اس نے اپنی ہتھیلی سے گردن کو مسلا اور تکیے کا سہارا لے کر بیٹھ گئی۔

"لیکن اس خاندان سے ٹکر لینا کوئی آسان کام نہیں۔۔۔" ان کے لہجے میں ایک ہلکا سا خوف پوشیدہ تھا۔

"کم آن مام، ظالم دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو، وہ ایسا ہی ہوتا ہے، آپ ٹینشن مت لیں، ایسے لوگوں کو ہینڈل کرنا آتا ہے مجھے۔" اس نے مسکرا کر اپنی ماں کو مطمعن کرنے کی ایک اور ناکام کوشش کی۔

اسی وقت شہر زاد کے روم کا دروازہ ہلکا سا ناک ہوا اور ارتضی حیدر کا مسکراتا ہوا چہرہ اندر نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں سفید للی کے پھولوں کا خوبصورت گلدستہ تھا جو وہ شہر زاد کے لیے لایا تھا۔ ٹینا بیگم نے توصیفی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا، دراز قامت ارتضی پولیس یونیفارم میں خاصا ہینڈسم لگ رہا تھا۔ وہ شاید آفس سے سیدھا ادھر آ گیا تھا۔

"السلام علیکم آنٹی۔۔۔" اس نے ٹینا بیگم کو مخاطب کیا تو انہوں نے ہلکا سا سر خم کر کے اسے جواب دیا۔

"نئی زندگی کی نئی صبح مبارک ہو شہر زاد۔۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے پھولوں کا بکے شہر زاد کی طرف بڑھایا۔

"یہ سب آپکی وجہ سے ہوا۔۔۔" شہر زاد جانتی تھی، اسے بروقت ہوسپٹل لانے والا وہی شخص تھا۔

"کچھ پتا چلا، کون لوگ تھے، کہاں سے آئے تھے اور کس نے فائرنگ کروائی۔" ٹینا بیگم نے ایک سانس میں کئی سوال کیے۔

"ہمارا شک تو دو پارٹیوں پر ہے اور مزید انوسٹی گیشن ہو رہی ہے، انشاء اللہ جلد ہی پتا چل جائے گا۔۔۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"رومی والے معاملے کا کیا بنا۔۔۔؟" شہر زاد کے فکر مند انداز پر وہ مسکرایا۔ "پہلے آپ خود تو ٹھیک ہو جائیں۔۔۔

"آپ نہیں جانتے ارتضی، یہ مسئلہ میری زندگی سے زیادہ اہم ہے، میں رہوں نہ رہوں، لیکن رومی کو واپس لانا ہے مجھے۔۔۔

"اللہ نہ کرے۔۔۔" ارتضی کا بے ساختہ لہجہ دونوں ماں بیٹی کو چونکا گیا۔

"میرا مطلب ہے، اپنی زندگی کو اتنا لائٹ کیوں سمجھتی ہیں آپ، کیوں آنٹی۔۔۔" اس نے انتہائی ہوشیاری سے مسز ٹینا کو اس معاملے میں انوالو کیا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے وہ، اب تو جتنا نقصان ہونا تھا ہو گیا، تمہیں سب سے پہلے اپنی حفاظت کرنی چاہیے، باقی معاملات تو زندگی کے ساتھ چلتے ہی رہیں گے۔۔۔" ٹینا بیگم کے فکر مند لہجے پر وہ مسکرائی۔

http://paksociety.com

http://paksociety.com

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، کتابی شکل میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

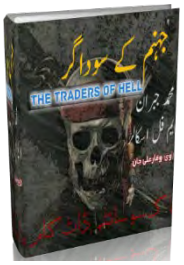

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھئے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شُمار ہوتی ہے۔

اسی لمحے ارتضی کے سیل فون کی گھنٹی بجی اور وہ اسکی طرف متوجہ ہو گیا، اس کی آئی جی صاحب سے کوئی ہنگامی میٹنگ تھی اور اس کی گفتگو سے شہر زاد کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے فورا نکلنا ہے۔

میں نے روم کے باہر سیکورٹی گارڈز کھڑے کر دیئے ہیں اور بہتر ہو گا کہ آپ کچھ دن تک کم لوگوں سے ملیں۔" اس نے جاتے ہوئے اسے مشورہ دیا۔

سوری، یہ ممکن نہیں ہے میرے لیے، میں کیسے لوگوں کو منع کر سکتی ہوں۔۔۔" ارتضی کو اس کی طرف سے اسی جواب کی توقع تھی۔

"آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ ابھی بھی آپ ٹارگٹ پر ہیں۔۔۔"

"میں جانتی ہوں، ایسا نہیں ہے۔۔۔" اس کے بے ساختہ انداز پر وہ چونکا۔

"مطلب۔۔؟"

"مجھے مارنے والے لوگوں کا نشانہ اتنا کمزور نہیں ہو سکتا، مجھے معلوم ہے یہ صرف ایک ہلکی پھلکی سی وارننگ دی گئی ہے۔" شہر زاد کی ذہانت اسے اکثر لاجواب کر دیتی تھی۔۔

"لیکن ارتضی ٹھیک کہہ رہا ہے، تمہیں پھر بھی محتاط رہنا چاہیے۔۔" ٹینا بیگم نے فورا اس کی سائیڈ لی تو ارتضی نے غور سے اس لڑکی کی طرف دیکھا، جو بعض دفعہ اسے اچھے خاصے امتحان میں ڈال دیتی تھی۔

"اس کے بازوؤں پر کافی خراشیں تھیں اور کندھے پر تو بھاری بھر کم قسم کی بینڈیج بھی تھی، جس کا اچھا خاصا بوجھ تھا۔ ڈاکٹرز وقفے وقفے سے اسے پین کلر انجکشن لگا رہے تھے جس کی وجہ سے وہ بار بار غنودگی میں جا رہی تھی۔

شام چار بجے کے قریب مسز قریشی اپنے شوہر کے ساتھ اس کی عیادت کے لیے آئیں تو وہ میڈیسن کے زیر اثر غنودگی میں تھی۔

انہوں نے اندر داخل ہوتے ہی اشارے سے ٹینا بیگم کو اسے اٹھانے سے منع کر دیا۔۔

وہ اپنے ساتھ لائے ہوئے فروٹس اور پھل سائیڈ میز پر رکھ کر ٹینا بیگم کے ساتھ کوریڈور میں آ گئیں۔ کمرے کے باہر پولیس کی کافی نفری موجود تھی۔ وہ تینوں مہمانوں کے لیے بنے ہوئے سائیڈ روم میں آ گئیں۔

"شہر زاد پر حملے میں استعمال ہونے والی گاڑی ٹریس ہو گئی ہے۔۔۔" مسز قریشی کی بات پر ٹینا بیگم کے کان کھڑے ہو گئے۔

"گاڑی کسی ملک جہانگیر کے نام پر رجسٹرڈ ہے ملتان میں۔۔" انہوں نے مذید ان کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"تو پتا چلا کون ہے وہ شخص۔۔۔؟" ٹینا بیگم نے عجلت بھرے انداز میں انکی بات کاٹی۔

"خود تو ملک جہانگیر ملک سے باہر ہے لیکن اس گاڑی کی گمشدگی کی اس نے چند ماہ پہلے تھانہ گلگشت میں ایف آئی آر کٹوا رکھی ہے۔"

"اوہ نو۔۔۔" ٹینا بیگم کے ارمانوں پر اوس گری۔

http://paksociety.com

"بے فکر رہیں، زیادہ دیر تک چھپا نہیں رہے گا یہ معاملہ، اندازہ ہو رہا ہے کہ کڑیاں کہاں پر مل رہی ہیں۔" عبداللہ قریشی نے سگار سلگاتے ہوئے گفتگو میں حصّہ لیا۔

"لیکن سچ پوچھیں تو قریشی صاحب، میں ڈر گئی ہوں اس معاملے سے۔۔۔" انہوں نے پہلی دفعہ کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

"اولاد چیز ہی ایسی ہے، اس کے معاملے میں ہر شخص ہی کمزور پڑ جاتا ہے لیکن آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔" عالیہ قریشی نے مسکراتے ہوئے انہیں دلاسا دیا تو وہ بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا کر چپ کر گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک طوفانی بارش والی رات تھی۔ دُور کہیں آسمانی بجلی، کسی ٹرانسفارمر پر گری، جس سے فضا ایک زوردار دھماکے سے گونج اٹھی، رومیصہ کو لگا جیسے کہیں بلاسٹ ہوا ہو، پورا فارم ہاؤس یک لخت تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ چوکیدار نے جنریٹر چلا دیا تھا لیکن یہ روشنیاں بھی چند ہی منٹوں کی مہمان تھیں۔ جنریٹر کچھ منٹ چلا اور پھر ایک دم بند ہو گیا، اب باہر صرف برستے ساون کا راج تھا۔

طوفانی بارش کے ساتھ چلنے والی منہ زور ہواؤں نے اس رات کو بہت خوفناک بنا رکھا تھا۔ درختوں کی ٹہنیاں زمین پر ڈولتے ہوئے عجیب و غریب نقش و نگار بنا رہی تھیں۔

کمروں کی کھڑکیوں کے پٹ اتنی زور سے بجتے تھے کہ رومیصہ کا دل اچھل کر حلق سے آن ٹکراتا۔ وہ کسی اپاہج کی طرح ڈولتی ہوئی کمرے کی کھڑکیوں کے پاس آئی۔ تاریک رات میں اسے سامنے لان میں ایک پراسرار سا ہیولا سا نظر آیا۔ خوف اور دہشت کی سرد لہریں اس کے وجود میں دوڑنے لگیں۔ اسے لگا جیسے وہ ہیولا اس کی کھڑکی کی طرف دوڑ رہا ہو۔

دہشت سے رومیصہ کو اپنے سارے بدن کا لہو منجمند ہوتا محسوس ہوا، اس نے جلدی سے کھڑکیوں کے پٹ بند کر کے اس پر چٹخنی چڑھا دی، وہ جانتی تھی کہ کھڑکی کے باہر لوہے کی مضبوط سلاخیں ہیں، لیکن وہ اگر کوئی غیر ماورائی مخلوق تھی تو یہ سلاخیں، اور چٹخنی اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔

رومیصہ کو اپنی کھڑکی پر ہلکی سی ٹھک ٹھک محسوس ہوئی جیسے کوئی لکڑی کے تختے کو اکھاڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ رومیصہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس نے پوری شدت سے دعا کی تھی کہ وہ شخص کہیں سے آ جائے اور شاید یہ قبولیت کا ہی وقت تھا، اسے بارش میں کسی گاڑی کے انجن کی آواز آئی اور ساتھ ہی کوئی تیز تیز بھاگتا ہوا فارم ہاؤس کے رہائشی پورشن کی طرف آیا۔

رومیصہ خوفزدہ انداز میں واش روم کے دروازے کے پردے کے پیچھے جڑ کر کھڑی ہو گئی، ہر طرف تاریکی کا راج تھا۔ اسکی قمیض پسینے سے بھیگ چکی تھی اور سانسیں بالکل غیر ہموار تھیں۔

اسے کسی کے قدموں کی چاپ اپنے کمرے کے باہر محسوس ہوئی، ہلکی سی کلک کی آواز آئی اور دروازہ کھل گیا۔

http://paksociety.com

رومیصہ کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں اسے لگا جیسے وہی ہیولا اسکے سر پر آن پہنچا ہو۔ آج شاید یقینی موت کا دن تھا اسے اپنی کنپٹیاں سلگتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک روشنی کی لکیر اندر داخل ہوئی۔ وہ بغیر پلکیں جھپکائے پردے کے پیچھے زمین پر پڑتی روشنی کی لکیر کو دیکھ رہی تھی اسے اپنی ٹانگیں بے جان ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں، جبکہ سانسیں حلق میں اٹک گئیں، بے بسی کے گہرے احساس کے زیر اثر اس کی آنکھوں سے آنسو تیزی سے پھسلنے لگے۔

"رومیصہ۔۔۔" یہ آواز سنتے ہی زندگی اس میں سرسرانے لگی۔

وہ واقعی آچکا تھا اور اب پریشانی سے اسے ڈھونڈ رہا تھا، لیکن رومیصہ کے اندر ابھی بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ پردہ ہٹا کر اس کے سامنے آجاتی، سیل فون کی ٹارچ کی روشنی اب اس پردے کے اوپر آکر ٹھہر گئی، جو اس وقت اس کی جائے پناہ بنا ہوا تھا۔

اس نے آہستگی سے پردہ ہٹایا اور ٹارچ کی روشنی میں وہ اس کا خوف سے کانپتا ہوا وجود دیکھا۔ اس شخص کا دل تاسف اور ہمدردی کے گہرے احساس سے بھر گیا، اسے پہلی دفعہ اپنی زیادتی کا شدت سے احساس ہوا۔ وہ آنکھیں بند کیے خوفزدہ انداز میں شاید زیر لب کوئی سورت پڑھ رہی تھی۔

"رومیصہ۔۔۔" اپنے بہت قریب اسکی آواز سن کر رومی کا تنفس تیز ہو گیا۔ بہت سے آنسو ایک ساتھ پلکوں کی منڈیر پار کر گئے۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھ دیئے۔

"باہر دور ایک دفعہ پھر کہیں بجلی گری، ایک زوردار دھماکہ ہوا اور وہ خوف سے اسکے ساتھ لپٹ گئی۔ اسے کرنٹ لگا، وہ کسی معصوم بچے کی طرح اس سے چپکی ہوئی بہت بُری طرح رو رہی تھی۔ اس شخص پر شرمساری کا بڑا بھرپور حملہ ہوا، کچھ بھی تھا وہ اس کی منکوحہ تھی۔ ان دونوں کا تعلق جن بھی حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑا تھا لیکن اب وہ اس کی مکمل ذمے داری تھی۔

"کیا ہوا ڈر گئیں۔۔۔" اس کی انگلیاں اسکے بھیگے رخساروں کو چھو رہی تھیں۔ وہ اسے تھام کر بیڈ کی طرف لے آیا۔ رومیصہ کا سارا وجود بُری طرح کانپ رہا تھا۔ وہ ابھی تک اپنے حواسوں میں نہیں آئی تھی۔

اس نے نرمی سے پکڑ کر اسے بیڈ پر بیٹھایا اور سائیڈ میز پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیل کر اسکی جانب بڑھایا، جسے وہ ایک ہی سانس میں غٹ کر کے پی گئی تھی۔ چند ہی دنوں میں اس کے چہرے کی لالیاں، زردیوں میں گھل چکی تھیں، وہ پہلی دفعہ غور سے اسکا جائزہ لے رہا تھا، پچھلے کئی دنوں سے وہ ایک ہی سوٹ میں ملبوس تھی۔

"سو جاؤ، میں تمہارے پاس ہوں۔۔۔" خلاف توقع آج اسکا لہجہ دنیا جہاں کی نرمی سمیٹے ہوئے تھا۔

"مجھے گھر جانا ہے ماما کے پاس۔۔۔" رومیصہ کے سارے کس بل نکل چکے تھے۔ وہ مسلسل رو رہی تھی۔

http://paksociety.com

"صبح چھوڑ آؤں گا۔۔۔"اس کے اگلے جملے پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا، اسکی نیلی آنکھوں میں دنیا جہان کا استعجاب سمٹ آیا۔ وہ اس کی طرف سے اس جملے کی بالکل بھی توقع نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ بھی شاید کسی کمزور لمحے کی زد میں تھا۔ اس شخص نے بے اختیار نظریں چرائیں، اور تیزی سے اٹھ کر کھڑکیوں کی جانب بڑھا، رومیصہ ایک دم چیخی۔

"ونڈوز مت کھولنا، باہر کوئی ہے۔"

"اچھا۔۔۔؟؟؟"اس نے ایک دم پلٹ کر اسکا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھا اور زیر لب مسکرا دیا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں، باہر کوئی ہے، میں نے خود دیکھا تھا۔۔۔"وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے یقین دلا رہی تھی۔ وہ اسکی بات مان کر پلٹ کر آ گیا

سیل فون کی بیٹری آخری دم پر تھی اور بجلی کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں تھا۔

"ٹرانسفارمر اڑ چکا ہے اور جنریٹر میں کوئی ٹیکنیکل فالٹ آیا ہوا ہے، لائٹ صبح ہی آئے گی۔"وہ کرسی کھینچ کر اسکے بیڈ کے قریب لے آیا۔

باہر بادلوں کی گرج چمک میں کوئی کمی نہیں آئی تھی، طوفانی بارش نے ہر طرف ایک اودھم مچا رکھا تھا، ایسا ہی ایک طوفان رومی اور اس شخص کی زندگی میں بھی آ چکا تھا، وہ کنکھیوں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کے آنے کے بعد وہ خاصی حد تک پر سکون نظر آ رہی تھی، اسکے ریشمی بال تکیے پر بکھرے ہوئے تھے اور وہ آنکھیں بند کیے بہت خاموشی میں اسکے دل میں۔ ڈیرہ جما چکی تھی۔ سیل فون کی بیٹری کے اختتام کے ساتھ ہی پورا کمرہ ایک دفعہ پھر تاریکی کا گڑھ بن گیا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔"رومیصہ کی کانپتی ہوئی آواز اس بات کی گواہ تھی کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی، وہ خاموشی سے اٹھ کر اس کے برابر آن کر لیٹ گیا۔

وہ اسکی موجودگی کا احساس کر کے جھجک کر تھوڑا ہٹ کر لیٹ گئی، دونوں کے درمیان آج صرف خاموشی گفتگو کر رہی تھی۔ وہ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب رومیصہ کی آنکھ لگ گئی۔

بارش کا سلسلہ وقفے وقفے سے جاری تھا، صبح سات بجے کے قریب وہ گہری نیند سے بیدار ہوئی تو اسے اپنے اتنے قریب لیٹے دیکھ کر اسے ایک زوردار قسم کا جھٹکا لگا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی، اس کا ایک بازو ابھی بھی رومی کے اوپر تھا، اس نے بوکھلا کر اسے پیچھے کیا اور جلدی سے اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گئی، وہ شاید کافی دنوں کا تھکا ہوا تھا اس لیے خاصی بے خبری کی نیند سو رہا تھا۔

http://paksociety.com

رومیصہ نے پہلی دفعہ اس کے چہرے کے نقوش کو غور سے دیکھا۔اس شخص کے چہرے پر سب سے نمایاں اسکی مغرور قسم کی ناک تھی، گھنی مونچھوں کے نیچے انتہائی متناسب ہونٹ تھے، لیکن رومیصہ کے لیے حیرانگی کی بات یہ تھی کہ اسے پہلی دفعہ اس شخص کی شکل بُری نہیں لگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

وہ شہر زاد کی ہوسپٹل میں دوسری رات تھی۔۔۔!!!

رات کا کوئی تیسرا پہر تھا جب ہم زاد کی گاڑی ہوسپٹل کی پارکنگ میں رکی۔

اس وقت وہ نیند کے انجکشن کے زیر اثر بہت گہری نیند سو رہی تھی۔ٹینا بیگم کو ان کی خاندانی ملازمہ روشن بوا نے زبردستی گھر بھجوا دیا تھا اور خود وہ باہر کوریڈور میں رکھے ہوئے بینچ سے ٹیک لگائے غنودگی میں تھیں۔سینٹرل اے سی کی ٹھنڈک میں، نیند کے جھونکوں نے انہیں بے حال کر رکھا تھا، تھک ہار کر انہوں نے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

دونوں پولیس کانسٹیبل ابھی ابھی چائے پینے کے لیے ہوسپٹل کی کینٹین کی طرف گئے تھے۔ہم زاد نے جب کوریڈور میں قدم رکھا تو وہ بالکل سنسان تھا، اس نے ایک سرسری سی نظر بینچ پر سوئی ہوئیں روشن بوا پر ڈالی اور اس کمرے کے باہر آکر رک گیا جہاں شہر زاد ایڈمٹ تھی۔

اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا، شہر زاد کا سنگل بیڈ عین اس کے سامنے تھا۔اس کی سائیڈ میز بہت سے پھولوں کے گلدستے اور وش کارڈز سے بھری ہوئی تھی، جو شاید اس کے کولیگز اور سوشل سرکل کے لوگ لائے تھے۔

اس نے افسردہ نگاہوں سے سامنے لیٹی ہوئی لڑکی کو دیکھا، جو بہت سالوں سے اس کی نیندیں چرا کر خود بڑے دھڑلے سے سو رہی تھی، جس کے ہونے کا احساس ہم زاد کی زندگی کو دلکش بناتا تھا۔اسکی ایک مسکراہٹ پر وہ اپنی پوری زندگی دان کر سکتا تھا اور اسے تکلیف میں دیکھ کر اسے اپنے پورے وجود میں ٹیسیں سی اٹھتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔۔

یہ وہ لڑکی تھی جس کی طرف دیکھ کر اس کی دھڑکنوں نے پہلی بار بے ربط ہونا سیکھا تھا۔۔۔

یہی وہ لڑکی تھی جو اس کے دل کا دروازہ کھول کر بڑی شان سے اندر داخل ہوئی اور اس کے بعد کسی اور کے لیے وہ در نہیں کھلا۔۔۔

اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سفید گلابوں کا بکے عین اس کے تکیے کے پاس رکھ دیا۔وہ جانتا تھا صبح ان پھولوں کا کیا حشر ہونے والا ہے ،ان دونوں کے درمیان ہونے والی آخری گفتگو کچھ ایسی خوشگوار نہیں تھی کہ وہ اس تحفے کو خوشدلی سے قبول کر لیتی۔

وہ کچھ لمحے ٹکٹکی باندھے اسے غور سے دیکھتا رہا، وہ نیند میں ہلکا سا کسمائی تو ہم زاد زیر لب مسکرا دیا، وہ جان چکا تھا کہ نیند میں اسکی بے چینی کا سبب بننے والی شاید ہم زاد کی ذات تھی، جس کی نگاہیں اس کے زرد چہرے پر ٹکی ہوئیں تھیں۔اسے اپنے پاس کسی کی

http://paksociety.com

موجودگی کا احساس ہوا تھا تبھی وہ نیند کی حالت میں بھی ہلکے سے اضطراب کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ کچھ لمحے اسے دیکھتا رہا اور پھر ایک لمبا سانس بھر کر کمرے سے نکل گیا۔

اس کے کمرے سے نکلنے کے ٹھیک تین منٹ کے بعد شہر زاد نے آنکھیں کھولیں اور حیرانگی سے اپنے بالکل پاس رکھے سفید گلابوں کے بکے کو دیکھا۔ کمرے میں ایک جانی پہچانی سی خوشبو رقص کرتی پھر رہی تھی۔

وہ بمشکل کہنی کے بل اٹھی اور تعجب بھری نگاہوں سے اس گلدستے کو دیکھنے لگی، اچانک اسکی نظر پاس رکھے گیٹ ویل سون کارڈ پر پڑی، اس نے فوراً اٹھایا۔

Get well soon, its an Order.

"گیٹ ویل سون، اٹس این آرڈر۔۔۔" وہ جانتی تھی یہ جملہ اتنے دھڑلے سے کون لکھ سکتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی اسے ہم زاد کا تلخ لہجہ یاد آ گیا، اس نے بیزاری سے کارڈ کے دو ٹکڑے کر کے سائیڈ میز پر اچھال دیئے، اب وہ ان باتوں اور جملوں سے بہلنے والی نہیں تھی۔

اس نے جیسے ہی اپنے بیڈ سے ٹیک لگائی، اس کے سیل فون کی ٹیکسٹ ٹون بجی، اس کے ساتھ ہی اس کے دل کی دھڑکنوں میں ایک ارتعاش سا برپا ہوا۔ وہ جھنجھلا گئی، اس کا خیال تھا کہ اب دل کی دھڑکنیں اسکے نام پر اس طرح منتشر نہیں ہونگیں۔

اس کی خام خیالی تھی کہ وہ اسکے نام کے گرد سرخ حاشیہ کھینچ چکی ہے، اور یہ حاشیہ وہ حد بندی تھی جو اسے اپنے اور اسکے بیچ برقرار رکھنی تھی، اس نے اپنی آنکھوں کو اس کے خوابوں سے بہلانا چھوڑ دیا تھا، اسکی سماعتیں اب کسی جانے پہچانے لہجے پر نہیں چونکتیں تھیں لیکن اس کمرے میں موجود سے اس مانوس خوشبو نے اس کے سارے دعوے غلط ثابت کر دیئے تھے۔ وہ آج بھی اس کے دل کو اپنی مٹھی میں جکڑے ہوئے کسی فاتح سکندر کی مانند کھڑا تھا، اس نے ایک انچ بھی اپنی جگہ نہیں چھوڑی تھی۔ اسے یقین آ گیا تھا کہ وہ اپنے دھڑکنوں کو اسکے نام پر منتشر ہونے سے کبھی نہیں روک سکتی اور یہ دنیا کا واحد کام تھا جو وہ پچھلے آٹھ سالوں میں نہیں سیکھ پائی تھی۔۔۔

جانتا ہوں اب تک میرے کارڈ کا کیا حشر ہو چکا ہو گا، لیکن میری خواہش ہے کہ تم میرے دل کے ساتھ نرمی کا معاملہ رکھو۔

اس میسج کے ساتھ تین منہ چڑاتی ہوئی اسمائلی کی شکلیں بنی ہوئیں تھیں۔ شہر زاد ہلکا سا تپ گئی اس نے اس کے ٹیکسٹ میسج کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"تمہارے کمرے کی کھڑکی کے عین نیچے کھڑا ہوں، تم چاہو تو میرا بکے بھی واپس پھینک سکتی ہو۔۔۔" اگلے میسج نے اسے مزید تپا دیا، اس نے غصّے سے وہ گلدستہ اٹھایا اور کھینچ کر کھڑکی کے نیچے پھینک دیا۔

"تھینکس۔۔۔۔" اگلا میسج اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔

وہ بمشکل سہارا لے کر اٹھی، وال کلاک کی طرف دیکھا، رات کے تین بج رہے تھے، وہ خود کو گھسیٹتی ہوئی کھڑکی کے پاس لائی، اور نیچے جھانکا، اس کا کمرہ تھرڈ فلور پر تھا، رات کے ملگجے اندھیرے میں بھی وہ پارکنگ کی طرف جاتے ہوئے اس شخص کی پشت کو دیکھ سکتی تھی، وہ خاصا دراز قد تھا، اس نے جینز کے ساتھ سفید یا شاید آف وائٹ کلر کی شرٹ پہن رکھی تھی۔

وہ اپنی لینڈ کروزر کا دروازہ کھول کر بیٹھ چکا تھا۔ شہر زاد کو بس اس کا ہیولہ سا نظر آ رہا تھا اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑتی ہوئی پارکنگ میں جائے اور اس شخص کو بازو سے گھسیٹ کر باہر نکالے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھے کہ کسی کے دل کا چین اس طرح سے چراتے ہیں۔؟ کسی کو یقین اور بے یقینی کے جہنم میں اس طرح دھکیلتے ہیں۔

وہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے ریورس کر رہا تھا، اس کی گاڑی ہلکا سا پیچھے ہوئی اور شہر زاد کو افسوس ہوا اتنے فاصلے پر وہ اس کا نمبر نہیں پڑھ سکتی تھی۔ اسی وقت دوبارہ اس کے سیل فون کی ٹیکسٹ ٹون بجی، وہ جانتی تھی کہ یہ ہم زاد کا ہی میسج ہو گا۔ وہ بیزاری سے پلٹی اور سیل فون اٹھا کر اسکرین پر نظریں دوڑائیں۔

"اب کھڑکی سے ہٹ جاؤ، ورنہ میں یہاں سے جا نہیں پاؤں گا۔۔۔"

شہر زاد کو یہ میسج پڑھتے ہی شدید قسم کا غصّہ آ گیا اس نے فوراً ہی اس کا نمبر ملایا، جسے پہلی ہی بیل پر ریسیو کر لیا گیا تھا۔

"زہے نصیب۔۔۔" اس کا چہکتا ہوا لہجہ شہر زاد کو سلگانے کے لیے کافی تھا۔

"پرابلم کیا ہے آپ کے ساتھ۔؟ آپ کا کیا خیال ہے، آپ کے پھولوں اور وش کارڈ کے لیے مر رہی تھی میں۔۔۔

"نہیں۔۔۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ "میں ان کو آپ تک پہنچانے کے لیے مر رہا تھا۔۔۔

"مر ہی جاؤ تو اچھا ہے۔۔۔" وہ جل کر بولی۔

"وہ تو کئی سال پہلے مر چکا ہوں تم پر۔۔۔" وہ شوخ ہوا۔

"شٹ اپ۔۔۔۔"

"تم حکم کرو سچ مچ مر جاتا ہوں، اگر دس منٹ سے زیادہ دیر لگاؤں تو کسی چوک پر الٹا لٹکا دینا۔۔۔"

"دس منٹ کیوں، دس سیکنڈ کیوں نہیں۔۔؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بھئی دس منٹوں میں کوئی طریقہ بھی تو سوچنا ہو گا مرنے کا۔ اب کوئی پلاننگ کر کے تھوڑا بیٹھا ہوا ہوں پہلے سے۔" وہ محض اسے چڑا رہا تھا۔

"کیوں آئے تھے میرے کمرے میں۔۔؟"

"میں تو دل میں بھی آ چکا ہوں، تب تو نہیں پوچھا تھا۔۔۔" اس کا معنی خیز لہجہ اسے سلگا گیا۔

"اپنی آخری باتیں یاد ہیں تمہیں، کیا کہا تھا مجھے۔۔۔"

جو کہا تھا دل پر جبر کر کے کہا تھا، اسی کا نتیجہ ہے جو پورے شہر میں ایک ہی لڑکی کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے۔" اس کی بات پر وہ چونکی۔

مطلب کیا ہے۔۔۔؟

میں چاہتا ہوں تمہارا اسٹار "لیو" ہے اور تم کسی شیر کی طرح ہی پورے شہر پر حکمرانی کرو۔

"اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے، خود کیوں گیدڑوں کی طرح چھپتے پھر رہے ہو مجھ سے۔۔" اس کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"گیدڑ ہوتا تو تمہارے ارتضی حیدر کی ساری سیکورٹی کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تم تک نہ پہنچتا، یقین نہیں آتا تو دروازہ کھول کر دیکھ لو، کتنے کانسٹیبل بیٹھا رکھے ہیں تمہارے اس "فین" نے۔۔۔" وہ شرارت سے ہنسا۔

"کہیں تم خود ارتضی حیدر تو نہیں ہو۔۔۔؟" وہ ہلکا سا چونکی۔

"فار گاڈ سیک یار۔۔۔۔ وہ ہلکا سا جھنجھلایا۔"

"کسی ڈھنگ کے بندے سے تو ملاؤ، اتنا بھی بُرا نہیں ہوں میں۔۔۔" اسکا بے ساختہ انداز شہر زاد کو یقین دلا گیا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔

"تمہیں کس نے کہا، ارتضی بُرا ہے۔۔۔" وہ بُرا مان کر بولی۔

"تم اگر میری تعریف نہیں کر سکتیں تو بہتر ہو گا دنیا کے کسی اور مرد کا بھی میرے سامنے تذکرہ مت کرو۔" وہ اچھا خاصا سنجیدہ ہوا۔ کیوں جیلسی فیل ہوتی ہے تمہیں۔۔۔" اس نے صاف چڑایا تھا اسے۔

"ہاں۔۔۔" اس نے بھی برملا اعتراف کیا۔ "محبت میں جیلسی نہ ہو تو بڑے پھیکے پن کا احساس ہوتا ہے۔۔

"کوئی کام کی بات کرنی ہے تو بتاؤ، ورنہ میں فون بند کر رہی ہوں۔۔" وہ اکتاہٹ کا شکار ہوئی۔

"کام کی بات یہ ہے کہ میر حاکم کی فیملی سے محتاط رہو، تم پر فائرنگ اس کے پالتو غنڈوں کی کارستانی ہے اور وجہ تم اچھی طرح سے جانتی ہو۔۔۔"

"بہت شکریہ، اور کچھ۔۔۔" اس نے چٹکیوں میں اسکی بات کو اڑایا۔

"میں سیریس ہوں شہر زاد۔۔۔۔"

"لیکن میں اب تمہاری معلومات پر سیریس نہیں ہو سکتی، کیونکہ اپنی چیزوں کو خود سے ہینڈل کرنا آ چکا ہے مجھے، اینی ہاؤ، تھینکس فار یور کائنڈ انفارمیشن۔"۔ دوسری جانب اس کے لاپرواہ انداز پر ہم زاد کے ہونٹوں پر بڑی جاندار سی مسکراہٹ ابھری تھی، وہ شہر زاد کو جس ٹریک پر لانا چاہتا تھا، وہ تھوڑی سی محنت سے اس طرف آ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تم مانو یا نہ مانو، اسے کسی بدخواہ کی نظر لگی ہے۔۔۔"

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

کچن سے نکلتے ہوئے تاجدار بیگم کا یہ جملہ انابیہ کی سماعتوں سے ٹکرایا اور اس نے بڑے دھیان سے سامنے بیٹھے برہان کو دیکھا۔

"امّی، آپ ان فضول باتوں کو چھوڑیں، شکل دیکھیں اسکی، کتنی گم سم ہو گئی ہے، میں کل لے کر جا رہا ہوں اسے اسلام آباد۔" ان کا لہجہ تشویش اور پریشانی میں ڈوبا ہوا تھا، انابیہ نے چائے کی ٹرے ان کے سامنے رکھی۔

اس کا دل چاہا کہ وہ اس بے حس شخص سے کہے کہ وہ بھی کسی کی بہن ہے، اسکی اتری ہوئی شکل، آنکھوں میں موجود اداسی اور لبوں سے چھینی گئی مسکراہٹ تو تمہیں نظر نہیں آتی۔ کیا نکاح کا تعلق اتنا کمزور ہوتا ہے۔

"اسلام آباد لے جا کر کیا کرو گے، نور محل میں کہاں کسی بچی کا دل لگتا ہے۔۔" انہوں نے دوپٹے پر کروشیے کی بیل بناتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"میں اسے وہاں دل لگانے کے لیے نہیں کسی اچھے فزیشن سے چیک کروانے کے لیے لے جا رہا ہوں۔" انہوں نے بیزاری سے اپنا چائے کا کپ اٹھایا، انابیہ دانستہ وہیں صوفے پر جم کر بیٹھ گئی اور سائیڈ میز پر رکھا اخبار اٹھا کر منہ کے آگے کر لیا۔

"اچھا ہے لے جاؤ، فارحہ خوش ہو جائے گی۔۔۔" انہوں نے بیٹے کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کسی طور بھی ٹلنے والا نہیں ہے، تبھی فوراً ہتھیار ڈال دیئے، اور میر ہاؤس میں ان کی کامیابی کا یہی راز تھا۔ ایک تو اللہ نے اولاد کے نام پر تین تین جوان بیٹے دے دیئے، دوسرے وہ حاکم صاحب کی سگی بھتیجی تھیں اور تیسرے میر محتشم کی من پسند زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حکمرانی کے سارے طور طریقے جانتی تھیں جو آج تک ان کی دونوں دیورانیوں ندرت بیگم اور شارقہ بیگم کو نہیں آئے تھے۔

"یہ ارسل آجکل کہاں گم ہے، اسکا بڑا دل لگ گیا ہے نور محل میں۔۔۔" انہیں اچانک یاد آیا۔

"وہ نور محل میں نہیں آجکل فرینڈز کے ساتھ کمبائن اسٹڈیز کے لیے ہوسٹل میں رہ رہا ہے، لیکن آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔؟"

"تمہارے داجی کا ارادہ بن رہا ہے اسکی اور در شہوار کی شادی کرنے کا۔۔۔" اس اطلاع پر انابیہ کے فوراً کان کھڑے ہوئے۔

"فار گاڈ سیک امّی، در شہوار سے ضرور پوچھ لیجئے گا۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"میں نہیں چاہتا، اسے بھی میری طرح قربانی کا بکرا بنا دیا جائے۔۔۔" برہان نے یہ جملہ خاصے غلط موقعے پر بول دیا تھا، انابیہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور اسکی گود میں رکھا اخبار دور جا گرا۔ برہان اور تاجدار بیگم دونوں نے ہی بے ساختہ اسکی طرف دیکھا۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ بھی وہیں بیٹھی ہوئی ہے۔ انابیہ سرخ چہرے کے ساتھ تیز تیز سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والے پورشن کی طرف بڑھ گئی۔

بہت بُری بات ہے برہان۔۔۔" تاجدار بیگم نے ملامتی نظروں سے اپنے بیٹے کو گھورا۔ "آخر کیا کمی ہے انابیہ میں۔۔"

http://paksociety.com

"بات کسی کمی بیشی کی نہیں ہے امّی۔۔۔" انہوں نے نظریں چرا کر کہا، ویسے بھی ضمیر نے بھی تازہ تازہ لتاڑہ تھا کہ اس لڑکی کا کیا قصور ہے، تبھی اس بار ان کا لہجہ کچھ مدھم تھا۔

"تو پھر مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟"

"میں نے اسے کبھی بھی اس نظر سے نہیں دیکھا اور ویسے بھی لائف پارٹنر کے حوالے سے میرے ذہن میں کچھ اور تھا لیکن داد جی نے اچھا نہیں کیا۔" انہوں نے محتاط انداز میں کہا۔

"جو گند بلا بھی تمہارے ذہن میں ہے اسے نکال دو، ہمارے ہاں جو ایک دفعہ نام جڑ جائے تو وہ قبر تک ساتھ ہی جاتا ہے، سمجھے۔۔" انہوں نے اپنے بیٹے کو ٹھیک ٹھاک لتاڑا تھا۔ وہ مزید سر جھکا کر بیٹھ گئے۔

اسی لمحے داجی اور میر خاقان علی تیز تیز بولتے ہوئے ہال کمرے میں داخل ہوئے۔ میر خاقان کا چہرہ غصّے کی زیادتی سے سرخ ہو رہا تھا، جبکہ میر حاکم علی تھوڑا پر سکون تھے۔

"آپ کو یہ سب کروانے سے پہلے ایک دفعہ ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے تھا۔۔" میر خاقان علی کی آواز کچھ بلند ہوئی۔

"آخر ایسا کیا ہو گیا ہے، جو تم اور محتشم اسی بات پر ہاتھ پیر پھلائے گھوم رہے ہو۔" وہ بیزاری سے صوفے پر آ کر بیٹھ گئے، تاجدار بیگم نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑا کروشیہ اور دوپٹہ ایک سائیڈ پر رکھ دیا۔ برہان خود بھی تھوڑا کونشس ہو کر بیٹھ گئے۔

ذرا ٹی وی چلا کر دیکھیں، ہر چینل پر ایک ہی خبر چل رہی ہے کہ بیرسٹر شیری، میر خاقان کے خلاف کیس لڑ رہی تھی۔

تو۔۔۔؟؟؟" انہوں نے ہاتھ میں پکڑی چھڑی پر زور ڈالا۔

"یہ مسئلہ کسی اور طریقے سے بھی حل ہو سکتا تھا۔۔" وہ ہلکا سا جھنجھلا کر گویا ہوئے۔

"تم نے کب سے "جوش" کی بجائے "ہوش" سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔" انہوں نے طنزیہ نگاہوں سے اپنے رنگین مزاج بیٹے کو دیکھا، جن کے آئے دن بننے والے اسکینڈلز پر وہ اکثر انہیں ہوش سے کام لینے کا مشورہ دیتے تھے، جسے وہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیتے تھے۔

زندگی کے ہر معاملے میں جوش نہیں چلتا بابا جان۔۔۔" انہوں نے سیکنڈوں میں ان کا طنز سمجھا۔

"تم چھوڑو اس قصّے کو، محتشم کا نمبر ملاؤ، پتا تو چلے بیورو کریسی میں کیا چل رہا ہے، آج انٹیریئر منسٹری کی ایک ضروری میٹنگ بھی تھی۔۔" داجی نے بیزاری سے موضوع گفتگو بدلا تھا، برہان نے ان دونوں کو مصروف دیکھا تو خاموشی سے وہاں سے کھسکنا چاہا، لیکن آج شاید ان کے بھی ستارے گردش میں تھے۔

"یہ تم کہاں بھاگ رہے ہو۔۔۔؟" داجی نے تیکھی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

http://paksociety.com

"کہیں نہیں داجی، ذرا در شہوار کے کمرے تک جا رہا تھا، طبعیت ٹھیک نہیں ہے اس کی۔" انہیں بروقت بہانہ سوجھ گیا جو خاصا تیر بہدف ثابت ہوا تھا۔

"در شہوار سے یاد آیا، پچھلے تین دن سے بیمار ہے بچی، اور کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ کسی اچھے ڈاکٹر کو بلوا کر چیک کروا لے۔" ان کے لہجے کی فکر مندی اور تشویش پر تاجدار بیگم ہلکا سا مسکرائیں۔ سارا خاندان جانتا تھا کہ در شہوار اپنے داجی کی چہیتی پوتی تھی۔

"برہان بھی یہی کہہ رہا تھا مجھ سے۔۔۔" تاجدار بیگم نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"ہاں تو کیا مسئلہ ہے۔۔؟"

"مسئلہ تو کچھ نہیں ہے داجی، کل لے کر جاؤں گا۔۔" برہان نے فوراً صفائی دی۔

"محتشم بھائی کی کال ہے آپ کے لیے۔۔" خاقان علی نے اپنا سیل فون میر حاکم کی طرف بڑھایا۔

"ہاں دو۔۔" انہوں نے فوراً تھام لیا۔ ان دونوں کا موضوع گفتگو وہ کیس تھا، جس نے آجکل پورے خاندان کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ ان کو باتوں میں مصروف دیکھ کر برہان اس دفعہ خاموشی سے وہاں سے کھسک آئے جبکہ تاجدار بیگم ان لوگوں کے لیے شام کی چائے تیار کروانے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

"میکائیل آ رہا ہے پاکستان۔۔۔"

اس اطلاع نے مونیکا کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی منگنی بہت عرصے سے اس کے والد کے بیسٹ فرینڈ دلاور کے بیٹے کے ساتھ طے تھی جسے وہ اپنا منہ بولا بھتیجا مانتے تھے۔

"لیکن اس نے تو پہلے منع کر دیا تھا۔۔"

مونیکا نے اپنا لہجہ سرسری سا بنا کر اپنی ماں سے پوچھا، جو اس وقت پالک کے پتوں کے ساتھ الجھی ہوئیں تھیں۔ جب کہ مونیکا کے دل کی دنیا میں ایک اودھم مچ چکا تھا، ابھی رات ہی اس نے ذوالکفل سے بات کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ وہ واپس لاہور آ جائے تو دونوں بیٹھ کر اس موضوع پر ڈسکشن کر لیں گے۔

"تم اس دفعہ کالج جاؤ تو کافی چھٹیاں لے کر آنا۔۔" انہوں نے اسکے سر پر اگلا بم پھوڑا۔

"لیکن امّی، میرے فائنل ایگزامز ہونے والے ہیں، آپ لوگ اتنی جلدی کیوں کر رہے ہیں۔۔" وہ جھنجھلا گئی۔

"تمہارے باپ کی طبعیت ٹھیک نہیں رہتی، وہ اپنے فرض سے جلد از جلد فارغ ہونا چاہتا ہے۔۔" مار تھا نے سب کچھ اپنے شوہر پر ڈال دیا، لیکن مونیکا جانتی تھی کہ اس سارے قصّے کے پیچھے اسکی ماں کا ہاتھ ہے۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔" وہ ہلکا سا سوچ کر پر سکون ہوئی۔

"کل چرچ چلو گی تم۔۔۔" مارتھا نے ہلکا سا الجھ کر اپنی بیٹی کا مطمعن چہرہ دیکھا، اس کے اتنی جلدی مان جانے کی توقع جو نہیں تھی۔

"ہاں۔۔۔" اس کے جواب پر مارتھا کے ہاتھ سے چھری گر گئی۔

"کیوں، کیا ہوا۔۔۔؟" مونیکا اپنی ماں کی اندرونی حالت سے اتنی بھی بے خبر نہیں تھی، اسے اندازہ تھا کہ اگر اس نے مزید اپنی طرف سے ماں کو پریشان کیا تو ہو سکتا ہے وہ اسے ملتان بھی نہ جانے دے۔

"لگتا ہے خداوند نے تمہارے دل کو سکون سے بھر دیا ہے۔۔۔" وہ اب کچھ مطمعئن دیکھائی دے رہیں تھیں۔

"ہاں، آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔۔۔" وہ سادگی سے کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی، اندر داخل ہوتے ہی اس نے جلدی سے دروازے کا لاک لگایا اور جلدی جلدی ذوالکفل کا نمبر ملانے لگی، اسے اب اس کو اس تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

اس نے اپنے بہت قریب سے بے تحاشا فائرنگ کی آواز سنی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ خوف اور دہشت کی برقی رو اس کے پورے وجود میں دوڑنے لگی۔ رومیصہ نے بوکھلا کر ٹائم دیکھا، رات کے دو بج رہے تھے۔

اندھیرے میں کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اس نے سائیڈ میز پر رکھے لیمپ کو روشن کیا۔ اسی لمحے اس کے بیڈ روم کا دروازہ دھڑ کر کے کھلا، وہ بڑے حواس باختہ انداز میں اندر داخل ہوا۔ وہ آج صبح سے فارم ہاؤس میں ہی تھا۔

"فورا نکلو، وہ لوگ یہاں پہنچنے والے ہیں۔۔۔"

اس نے عجلت بھرے انداز میں رومیصہ کا بازو پکڑ کر کھینچا اور اسے گھسیٹتا ہوا باہر کوریڈور میں لے آیا، وہ جو ابھی نیند کے خمار سے باہر نکلی تھی، اس صورتحال پر گھبرا گئی۔ اس کے پیروں میں جوتا تک نہیں تھا۔

"کون لوگ ہیں یہ۔۔۔؟؟؟"

اس کے ساتھ بے تحاشا دوڑتے ہوئے اس نے پھولی ہوئی سانسوں سے پوچھا، دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ فائرنگ بغیر کسی توقف کے جاری تھی، وہ دونوں کوریڈور میں رکھی چیزوں سے ٹکراتے ہوئے فارم ہاؤس کی پچھلی سائیڈ پر پہنچ گئے۔ جہاں ایک گاڑی پہلے سے کھڑی تھی۔

"ہری اپ۔۔۔" اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے اندر کی جانب دھکیلا اور خود اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

اس کی گاڑی کا انجن جیسے ہی بیدار ہوا، فائرنگ کی آواز میں شدت آ گئی۔ رومیصہ نے سراسیمگی کی کیفیت میں ارد گرد کا ماحول دیکھا، وہ طوفانی انداز میں گاڑی چلا رہا تھا، کسی ملازم نے ساری صورتحال کو دیکھتے ہوئے پچھلا گیٹ کھول دیا تھا۔

http://paksociety.com

وہ لوگ جیسے ہی مین روڈ پر پہنچے، دُور کہیں سے پولیس کی گاڑی کے ہارن کی آواز نے بھی ان کا تعاقب کیا۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں اور فائرنگ نے رومیصہ کو اچھی خاصی دہشت میں مبتلا کر دیا تھا، وہ دم سادھے اپنے برابر میں بیٹھے شخص کو دیکھنے لگی۔ جس کے دونوں ہونٹ سختی سے ایک دوسرے کے ساتھ پیوست تھے۔

وہ بڑی مہارت سے گاڑی چلا رہا تھا جس سے رومیصہ کو اندازہ ہوا کہ یہ راستے اس کے لیے انجان نہیں ہیں۔ پولیس کی وین کی آواز مسلسل ان کے پیچھے سے آ رہی تھی، اس نے ایک آبادی کی طرف گاڑی موڑ لی، وہ کوئی قصبہ تھا، جہاں بے شمار گھر موجود تھے۔

اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا، اس نے گاڑی ایک تنگ سی گلی میں روکی، اور چھلانگ مار کر نیچے اترا اور رومیصہ کا بازو کھینچ کر اسے اتارا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔" وہ بوکھلا گئی۔

"چپ کر کے چلو، ورنہ دونوں مارے جائیں گے۔۔۔" اسکا سرد لہجہ رومی کی سماعتوں سے ٹکرایا، وہ اسکا بازو پکڑے اب ان تنگ و تاریک گلیوں میں دوڑتا ہوا ایک گھر کے پاس رکا، اس نے ایک سیکنڈ میں اندازہ لگایا تھا کہ اس گھر کے مکین یہاں موجود نہیں تھے، کیونکہ گیٹ کے باہر ایک بڑا سا وزنی قفل لٹک رہا تھا، اس نے گھبرا کر دائیں بائیں دیکھا۔

"ایک منٹ کے لیے رکو یہاں۔۔۔۔"

وہ اچھل کر گیٹ پر چڑھا اور نیچے صحن میں چھلانگ لگا دی، رومیصہ نے خوفزدہ انداز میں چاروں طرف دیکھا، رات کی تاریکی میں یہ انجان گلیوں میں کھو جانے کا احساس ہی اتنا خوفناک تھا کہ وہ بوکھلا کر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی، اس نے بڑے عجلت بھرے انداز میں بڑے گیٹ کے ساتھ لگا چھوٹا دروازہ اندر سے کھولا اور رومیصہ کا سرد ہاتھ پکڑ کر اسے گھر کی اندرونی سائیڈ پر کھینچ لیا۔

پولیس وین کے ہارن کی آواز رک چکی تھی، شاید ان لوگوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ لوگ اس قصبے میں چھپ گئے ہیں۔ پولیس کے نوجوانوں کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں اس گلی تک آن پہنچی تھیں، ایک دفعہ تو رومیصہ کا دل چاہا کہ وہ شور مچا کر پولیس کو اپنی موجودگی کا احساس دلا دے، لیکن دوسرے ہی پل اس کی نظر اس شخص کے انتہائی پریشان چہرے پر پڑی، اور ساتھ ہی اس کا وہ احسان یاد آ گیا جو اس نے اس کی عزت بچا کر کیا تھا۔ اس نے اپنے حلق سے نکلتی ہوئی آواز گلے میں ہی دبا لی تھی۔

وہ دونوں پورچ میں دبکے بیٹھے تھے، اس قصبے کا یہ سب سے جدید گھر تھا، پورے گھر کی لائٹ بند تھی، رومیصہ کا دل خوف سے کانپ رہا تھا، ننگے پاؤں بھاگنے کی وجہ سے اس کے پیر شل ہو چکے تھے۔

پولیس کی نفری اسی گھر کے باہر کھڑی تھی، جس کی وجہ سے دونوں کے حلق خشک ہو رہے تھے، وہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے خود گیٹ کے پاس آ گیا۔

"میرا خیال ہے سر وہ لوگ یہاں سے نکل کر جا چکے ہیں۔۔۔" ایک پولیس کانسٹیبل کی آواز اسکی سماعتوں تک پہنچی۔

http://paksociety.com

"نہیں، اتنی جلدی وہ پیدل یہاں سے نہیں نکل سکتے۔۔۔"

"تو پھر کیا خیال ہے سر گھروں کی تلاشی لی جائے۔۔۔؟" ایک اور مشورے پر اس کا سانس اٹکا۔

"دو ڈھائی سو گھروں کی تلاشی لینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔۔۔"

"ان کی گاڑی تو مل چکی ہے سر۔۔۔"

"تو بس ٹھیک ہے، اس قصبے سے نکلنے والے راستوں پر نظر رکھو، وہ آج رات یہاں سے نکلنے کی کوشش ضرور کریں گے، تھانے سے مزید نفری منگوالو۔۔" پولیس آفیسر کے اس نئے حکم پر ان کے چہروں پر پریشانی کے تاثرات نمودار ہوئے۔ ان دونوں کو پہلی دفعہ احساس ہوا تھا کہ وہ کسی بڑی مشکل میں پھنس چکے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا حال ہے بیرسٹر شیری کا۔۔۔"

ہادی ابھی ابھی اسلام آباد سے لوٹا تھا، سامنے کاوچ پر لیٹے ہوئے سعد نے اسکی طرف دیکھتے ہی پریشانی سے پوچھا۔ ہادی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سیل فون سائیڈ میز پر رکھا اور اپنی پیشانی کو مسلا، وہ خاصی ٹینشن میں دیکھائی دے رہا تھا۔

"کافی بہتر ہیں، گھر شفٹ کر دیا گیا ہے انہیں۔۔۔" اس نے تھکے تھکے انداز میں اپنے شوز اتارے۔

"حوصلہ تو نہیں پست ہو گیا ان کا۔۔۔؟

"ارے نہیں یار، وہ اس ٹائپ کی خاتون نہیں ہیں، بلکہ ہوش میں آنے کے بعد سے ساری اپ ڈیٹس اور فون کالز تک خود ریسیو کر رہی ہیں۔" ہادی بات کرتے کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

"پھر تو بہت دلیر خاتون ہوئیں۔۔۔" وہ ہادی کے پیچھے ہی سیڑھیاں چڑھ کر اسکے بیڈ روم میں آ گیا۔

"لیکن میرے خیال میں لڑکیوں کو تھوڑا محتاط ہونا چاہیے، ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی اور بہادری بھی کبھی کبھی انسان کو ڈبو دیتی ہے۔" اس نے واڈروب کھول کر اپنا ایک شلوار سوٹ نکالا۔

"کچھ پتا چلا، کسی کی گھٹیا حرکت ہے یہ۔۔۔"؟ سعد دونوں بازو سینے پر باندھ کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"کمال کرتے ہو سعد، کیا تمہیں نہیں پتا، اس حد تک کون گر سکتا ہے۔۔۔" ہادی نے ہینگر سے سوٹ نکالتے ہوئے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا۔ جیسے اس سے اس سوال کی توقع نہ کر رہا ہو۔

"لیکن کنفرم تو نہیں ہے ناں۔۔۔" سعد اس کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔

"کم آن یار۔۔۔ ساری دنیا جان چکی ہے کہ یہ بزدلانہ کاروائی کس کی طرف سے ہوئی ہے۔۔۔"

"وہ کیسے۔۔۔؟"

http://paksociety.com

"جس وقت بیرسٹر شیری پر حملہ ہوا اس وقت میر حاکم صاحب بڑے شاہ جی کے مزار کے باہر کھلی کچہری سجا کر بیٹھے تھے۔" ہادی نے طنزیہ انداز میں اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"تو اس کا کیا مطلب ہوا۔۔۔؟؟؟" سعد نے الجھ کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"تاکہ لوگوں کو بتا سکیں کہ وہ تو اس وقت عوام کے مسائل سننے میں مصروف تھے۔۔۔" ہادی نے بیزاری سے سر جھٹکا۔

"یہ بات تو کسی گدھے کو بھی پتا ہے کہ ایسے لوگ خود تھوڑی سامنے آتے ہیں، انہی کے پالتو غنڈے ان کے ایک اشارے پر گردنیں اڑا دیتے ہیں لوگوں کی۔"

سعد نے منہ بناتے ہوئے ہادی کے کمرے کی کھڑکی کھولی اور سامنے کا منظر دیکھ کر اسے دھچکا لگا۔

درشہوار کے کمرے کی لائیٹ جل رہی تھی اور کچھ فٹ کے فاصلے پر اس کے بیڈ کی چادر کا پرنٹ تک واضح نظر آ رہا تھا، سعد ہلکا سا جھک کر پردے کے پیچھے ہوا کیونکہ اس کے بیڈ کے آس پاس کچھ گھر کی خواتین کھڑی تھیں اور کسی بھی لمحے ان میں سے کسی کی نظر پڑ سکتی تھی، درشہوار کو ڈرپ لگی ہوئی تھی اور اس کا نقاہت زدہ چہرہ چیخ چیخ کر بتا رہا تھا کہ وہ اچھی خاصی بیمار ہے۔ سعد نے جلدی سے پردہ برابر کیا۔

کیا ہوا۔۔۔؟" ہادی نے واش روم سے نکلتے ہوئے حیرانگی سے اسکا پریشان چہرہ دیکھا۔ وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ ہمسایوں کے کمرے میں نظر پڑ گئی تھی۔۔۔

"ہاں ان محترمہ کی خاصی عجیب عادت ہے جان بوجھ کر یہ کھڑکیاں کھلی رکھنے کی، اس لیے میں اکثر بند ہی رکھتا ہوں۔" ہادی نے منہ بنا کر ہیر برش اٹھایا اور اپنے بال بنانے لگا۔

"مجھے لگتا ہے، وہ خاصی بیمار ہے، ڈرپ لگی ہوئی تھی اسے۔۔" سعد نے ہلکا سا جھک کر بتایا۔

"تھینکس گاڈ، کچھ دن تو گھر میں ٹک کر بیٹھے گی۔۔۔" ہادی کا یہ مذاق اڑاتا انداز سعد کو اچھا نہیں لگا۔

"بہت بُری بات ہے ہادی، وہ بیچاری واقعی کافی بیمار ہے، اور تم اس کا مذاق اڑا رہے ہو۔۔۔" اس نے فوراً طرفداری کی۔

"بیرسٹر شیری بھی کسی کی بیٹی ہے، جس پر بیدردی سے گولیاں چلائی گئیں تھیں۔ تم اس کی شکل دیکھو ذرا جا کر۔" ہادی نے اسے لاجواب کیا۔

"لیکن اس میں درشہوار کا تو کوئی قصور نہیں۔۔۔۔" سعد نے نظریں چرائیں۔

"اس خوامخواہ کی فیور کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔" ہادی نے جانچتی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ویسے ہی بات کر رہا ہوں یار۔ تم تو وکیلوں کی طرح جرح کرنے لگتے ہو۔۔۔" سعد نے زبردستی مسکرا کر اسے مطمعن کرنے کی کوشش کی۔

http://paksociety.com

"ظاہر ہے وکیل ماں کا بیٹا ہوں، جرح تو کروں گا ہی۔۔۔" ہادی کا موڈ اب کچھ خوشگوار ہو گیا تھا۔

"اچھا چھوڑو، نیچے چلتے ہیں، گل خان نے بہت مزے کے فرائیڈ رائس بنائے ہیں۔۔۔" سعد نے اپنی طرف سے بات ختم کی تو ہادی بھی سر ہلا کر اس کے پیچھے چل دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"بیا کوئی ٹینشن ہے آپ کو۔۔۔"

طوبیٰ چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی تو اس نے انابیہ کو کسی سوچ میں گم پایا، اس کے نوٹس سامنے کھلے پڑے تھے جب کہ دھیان کی کھڑکیاں کہیں اور کھلی ہوئی تھیں، وہ اپنی سوچوں میں اس قدر محو تھی کہ اسے طوبیٰ کی آمد کا بھی پتا نہیں چلا۔

"بیا۔۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔؟" طوبیٰ نے پاس آ کر اس کا کندھا ہلایا تو وہ ایک دم خفت کا شکار ہوئی۔

"تم کب آئیں۔۔۔؟" وہ ایک دم سنبھل کر بیٹھ گئی اور خود کو مصروف ظاہر کرنے لگی۔

"جب آپ سوچوں ہی سوچوں میں برہان بھائی کے ساتھ کہیں اور پہنچی ہوئیں تھیں۔" طوبیٰ نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے چھیڑا۔

بے فکر رہو، ان کا کوئی راستہ میری طرف سے ہو کر نہیں گذرتا۔۔۔" اس کے الفاظ سادہ لیکن لہجہ خاصا تلخ تھا، طوبیٰ نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

"آپ سے کچھ کہا ہے انہوں نے۔۔۔" وہ فکر مند انداز میں اپنی بہن کے بالکل قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"جو بات ساری دنیا چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے، وہ اگر خود نہ بھی کہیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔"

"کیا کہہ رہی ہے ساری دنیا۔۔۔" طوبیٰ نے فورا بات کاٹ کر عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

"کیا کرو گی تم پوچھ کر۔۔۔ چھوڑو۔۔۔" انابیہ نے گرما گرم چائے کا کپ اٹھا کر منہ سے لگا لیا اور جیسے ہی ہونٹوں پر جلن کا احساس ہوا، فورا پیچھے کر دیا۔

"بیا، میں آپکی بہن ہونے کے علاوہ بہت اچھی دوست بھی ہوں۔۔۔" طوبیٰ نے ہمدردی سے بہن کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تبھی تو تمہیں اس تکلیف سے گذارنا نہیں چاہتی، جس سے میں گذر رہی ہوں۔۔۔"

"فار گاڈ سیک بیا، کیوں پہیلیاں بجھوا رہی ہیں، مجھے بتائیں کیا ہوا ہے۔؟ سخت ٹینشن ہو رہی ہے مجھے۔" طوبیٰ ہلکا سا جھنجھلا گئی۔

"کیا بتاؤں، برہان کو مجھ سے سرے سے ہی دلچسپی نہیں ہے، وہ مجھے زبردستی کا لادا ہوا بوجھ سمجھتے ہیں اور اس تعلق سے حد درجہ بیزار ہیں جو ان کے اور میرے بیچ ہے۔۔۔" انابیہ ایک دم چیخ کر بولی اور کمرے میں داخل ہوتیں ہوئیں شارقہ بیگم ٹھٹک کر دروازے میں ہی رک گئیں۔ ان کے دل پر کسی نے گھونسہ مارا تھا۔

"تو کس میں ہے دلچسپی انہیں۔۔۔؟" طوبیٰ کی آواز کسی گہرے کنویں سے نکلی۔

http://paksociety.com

"مناہل قریشی میں۔۔۔"

"مناہل، وہ کون ہے۔۔؟ آپکو کس نے بتایا۔۔۔؟" طوبیٰ نے پریشانی سے پوچھا۔

"مجھ سے سنئیر ہے اور سارا کیمپس جانتا ہے سربرہان اور مناہل کے درمیان کیا چل رہا ہے۔۔۔" انابیہ کا لہجہ رنجیدگی میں ڈوبا ہوا تھا۔

"تو آپ کو بتانا چاہیے تھا اسے جا کر کہ آپ کے اور برہان بھائی کے درمیان کیا رشتہ ہے۔۔۔" طوبیٰ کو ایک دم ہی غصّہ آیا۔

تو اس سے کیا ہو گا۔۔۔؟" وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوئی۔

"تاکہ اسے پتا چلے، وہ غلط کر رہی ہے اور کسی کے حق پر ڈاکہ مارنا کوئی اچھی بات نہیں۔۔۔"

"اگر برہان نے خود اس کی طرف پہل کی ہو تو۔۔۔؟؟؟" انابیہ نے طنزیہ نگاہوں سے اپنی بہن کی طرف دیکھا، جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے لیے کچھ کر گذرتی۔

"دونوں صورتوں میں اسے معلوم ہونا چاہیے، یہ آپ کی بھی زندگی کا سوال ہے۔۔۔" طوبیٰ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، جبکہ شارقہ بیگم وہیں سے پلٹ گئیں، ان کے دل پر ایک بھاری بوجھ آن پڑا۔ انہیں پہلی دفعہ احساس ہوا کہ سیانے ٹھیک ہی کہتے ہیں بیٹیوں کی قسمت واقعی ماؤں جیسی ہوتی ہے۔ ساری زندگی وہ خاقان صاحب کے پیچھے بھاگتی رہیں لیکن ان کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ انابیہ کا دکھ قطرہ قطرہ بن کر ان کے دل میں اتر رہا تھا لیکن انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کی زندگی سے کسی کو بھی کھیلنے نہیں دیں گی۔

تم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔۔۔؟" خاقان علی کسی کام سے اوپر آئے تو شارقہ بیگم کو اپنی ہی سوچوں میں غلطاں پایا۔

ہوں۔۔۔" وہ ہلکا سا چونکیں۔ "اچھا ہوا آپ آ گئے ایک ضروری بات کرنی ہے مجھے آپ سے۔۔۔" وہ فیصلہ کن انداز میں کھڑی ہوئیں۔

"لیکن میں تو اسلام آباد کے لیے نکل رہا تھا۔۔۔" انہوں نے رسٹ واچ میں ٹائم دیکھتے ہوئے مصروف انداز میں کہا۔

"ایک گھنٹہ لیٹ بھی ہو جائیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔۔" اُن کے لہجے میں کچھ تھا جو خاقان جیسا گھاگ بندہ ایک لمحے میں سمجھ گیا۔

"اچھا چلو، لیکن خدا کے واسطے اپنی اور ندرت کی کسی نئی لڑائی کا قصّہ مت چھیڑ دینا۔۔۔"

اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے وارننگ دی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ شارقہ کی اپنی سوتن ندرت سے بالکل نہیں بنتی تھی اور دونوں ایک دوسرے کی شکایت لگانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں تھیں، جس سے

http://paksociety.com

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ اپنی اولاد کے لیے ابھی سے کچھ سوچ لیں، ایسا نہ ہو ندرت جیسا کوئی عذاب آپکی بیٹیوں کو بھی بھگتنا پڑ جائے۔" ان کے سرد لہجے پر وہ چلتے چلتے جھنجھلا کر رکے، فوراً مڑ کر شارقہ بیگم کی طرف دیکھا، شارقہ کے چہرے پر اس وقت چٹانوں کی سی سختی محسوس کر کے خاقان کا اگلا جملہ ان کے حلق میں ہی دم توڑ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

در شہوار کو نور محل میں آئے ہوئے دوسرا دن تھا۔۔۔

فارحہ بھابھی اپنی نند کی آمد پر خاصی خوش دیکھائی دے رہی تھیں کیونکہ نور محل میں رہنا ان کی مجبوری تھی کیونکہ ایک تو ان کے شوہر وہاج وہاں رہتے تھے اور دوسرا ساری سیاسی ایکٹوٹیز کا مرکز بھی انہی کا وہ گھر تھا۔ جہاں ہر وقت مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا۔ وہ وہاں واحد خاتون تھیں جو سب چیزوں کی نگرانی کرتی تھیں لیکن جب بھی ان کو موقع ملتا وہ فوراً میر ہاؤس پہنچ جاتیں۔ ایک تو ان کی ساس تاجدار بیگم کے ساتھ ان کے تعلقات خاصے خوشگوار تھے اور دوسرا وہاں خواتین کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کا بھی دل لگا رہتا۔

فارحہ بھابھی اس دن کچن میں آئیں تو سامنے چولہے پر رکھی چائے پک پک کر ختم ہو چکی تھی اور در شہوار شیلف سے ٹیک لگائے کسی گہری سوچ میں مگن تھی۔

"در شہوار کوئی مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔۔" انہوں نے فوراً لپک کر چولہا بند کیا۔

"نن نہیں تو بھابھی۔۔۔" در شہوار ایک دم ہوش کی دنیا میں آئی تو دیکھا سامنے چولہے پر موجود ساس پین اچھا خاصا جل چکا تھا۔

"اوہ آئی ایم سوری۔۔۔" وہ اچھی خاصی شرمندہ ہو گئی۔

میں نوٹ کر رہی ہوں تم جب سے آئی ہو، کچھ الجھی الجھی سی ہو، خیر تو ہے ناں۔۔" انہوں نے محبت بھری نظروں سے اپنی اکلوتی نند کو دیکھا، جس کی آنکھوں سے جھلکتی شوخی اور شرارت کی جگہ اداسی لے چکی تھی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں، آپ بتائیں آپکا دل نہیں گھبراتا اتنے بڑے گھر میں اکیلے رہتے ہوئے۔۔۔" در شہوار نے بڑی ذہانت سے بات کا رخ بدلا۔

"اکیلا گھر کہاں ہے، ملازمین کی ایک فوج ہے اور سارا دن تو مہمان داری رہتی ہے یہاں۔۔" انہوں نے مسکرا کر فریج سے گوشت کا پیکٹ نکالا۔

"ہاں پھر وہاج بھائی بھی تو رہتے ہیں ادھر۔۔" وہ زبردستی مسکرا کر بولی۔

"ان کا تو ہونا اور نہ ہونا تو بعض دفعہ برابر ہی ہوتا ہے۔۔۔" فارحہ بھابھی کا لہجہ اداسی سے لبریز تھا۔

http://paksociety.com

"ایک بات تو بتائیں بھابی، میرڈ لائف کیا محبت کے بغیر چل سکتی ہے۔۔؟" اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا کیونکہ سارا خاندان جانتا تھا کہ وہاج کو اپنی بیوی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور وہ اسی بات پر حیران تھی کہ آخر ایسی کون سی بات ہے جس نے دونوں کو ابھی تک ایک ڈور میں باندھ رکھا ہے۔

"ہاں۔۔۔" ان کی بات پر در شہوار کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ کیسے۔۔۔؟

"شادی شدہ زندگی محبت کے بغیر تو گذر سکتی ہے لیکن عزت کے بغیر نہیں۔۔۔" فارحہ بھابھی کی بات ابھی مکمل ہوئی ہی تھی کہ وہاج جھنجھلائے ہوئے انداز میں کچن میں داخل ہوئے اور کھا جانے والی نگاہوں سے فارحہ کو دیکھا، جو انہیں غصّے میں دیکھ کر تھوڑا گھبرا گئیں تھیں۔

"ساری زندگی جاہل کی جاہل رہنا، ہزار دفعہ سمجھایا ہے میری چیزوں کو ہاتھ مت لگایا کرو، لیکن تم جیسی کم عقل عورت کو کوئی بات ایک دفعہ کہنے سے تھوڑی سمجھ آتی ہے۔۔۔" ان کا لہجہ سراسر توہین آمیز تھا اور در شہوار کے سامنے اس کھچائی پر ان پر گھڑوں پانی پھر گیا۔

"میرا لیپ ٹاپ کیوں بند کیا ہے تم نے گنوار عورت، اچھی خاصی فائل ڈاؤن لوڈ ہونے کے لیے لگا کر گیا تھا، اب مزید ایک گھنٹہ میرا غارت ہو جائے گا، پتا نہیں کس گناہ کی سزا ہو تم۔۔۔" وہ ایک دفعہ پھر شروع ہو گئے۔ فارحہ بھابھی کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہوا۔

"وہاج بھائی آئی ایم سوری، لیپ ٹاپ بھابھی نے نہیں، میں نے بند کیا تھا۔۔۔" در شہوار نے گھبرا کر جھوٹ بولا۔ فارحہ نے تشکر بھری نگاہوں سے اپنی نند کو دیکھا، جس نے انہیں ایک بڑی مصیبت سے بچا لیا تھا۔

"تم نے بند کیا تھا۔۔۔؟" وہاج ایک لمحے کو گڑبڑائے لیکن معاملہ چونکہ اب اپنی لاڈلی بہن کا تھا، اس لیے خاصے ٹھنڈے پڑ گئے۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے، ایک کپ چائے کا بنوا کر بھیجو اور پلیز در شہوار تم خود بنانا، اس عورت کی تو ہر چیز ہی بدمزا ہوتی ہے اسکی شکل کی طرح۔۔۔" ان کی بڑبڑاہٹ اتنی کم نہیں تھی کہ کسی کی سماعتوں تک نہ پہنچتی۔

"جی آپ جائیں، میں لاتی ہوں۔۔۔" در شہوار نے گھبرا کر کہا۔

فارحہ بھابھی نے دوسرا سا اس پین نکالا، ان کی آنکھوں سے بے اختیار دو آنسو چھلکے جنہیں انہوں نے فوراً بازو کی پشت سے صاف کر لیا۔ در شہوار کو حقیقتاً ان پر ترس آیا۔

"اب سمجھ آ گئی ناں میری بات، شادی شدہ زندگی میں محبت سے زیادہ عزت اہم ہوتی ہے۔۔۔" انہوں نے ہلکا سا رخ موڑ کر در شہوار کو مخاطب کیا۔

"جی۔۔۔" وہ ٹھیک ٹھاک شرمندہ ہوئی۔

http://paksociety.com

"اس شخص سے شادی کبھی مت کرنا در شہوار، جو تمہاری عزت نہ کرتا ہو۔۔" فارحہ بھابھی کی اس بات پر اس کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا۔

"کیوں کرتے ہیں وہاج بھائی ایسا۔۔۔؟" اس نے فوراً موضوع گفتگو تبدیل کیا۔

"پتا نہیں۔۔۔" انہوں نے برنر چلایا اور چائے کا سامان کیبنٹ سے نکالنے لگیں۔ در شہوار کچھ لمحے تو ان کا چہرہ غور سے دیکھتی رہی لیکن شرمندگی کا احساس اس قدر گہرا تھا کہ وہ زیادہ دیر تک کچن میں ٹھہر نہیں سکی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ہاں یہ ہنڈرڈ پرسنٹ رومی کا ہی ہے، لیکن آپ کو کہاں سے ملا۔؟"

شہر زاد نے ارتضی حیدر کے ہاتھ میں جیسے ہی اپنی بہن کا بریسلیٹ دیکھا، اس کے دل کی دھڑکنیں ایک دم تیز ہوئیں۔

وہ ابھی ابھی اس سے ملنے کے لیے ٹینا ہاؤس پہنچا تھا۔ شہر زاد کو اگلے دن شام میں اس کے ضد کرنے پر ہوسپٹل سے گھر شفٹ کر دیا گیا تھا۔ وہ اب کچھ ریلیکس تھی لیکن گھر میں مہمانوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، کیونکہ ٹینا بیگم خاصی سوشل تھیں اور کچھ میڈیا نے اس خبر کو بھی خاصا ہائیٹ لائیٹ کیا تھا اور اسی لیے کچھ لوگ محض چسکے کے لیے اور کچھ ہمدردی کے لیے ان کی طرف آ رہے تھے۔

"بتائیں ناں، کہاں سے ملا ہے آپ کو۔۔۔" شہر زاد کو بے چینی ہوئی۔

"چوہدری افتخار واڑائچ کے فارم ہاؤس سے۔۔۔" اس نے کافی کا سامنے رکھا مگ اٹھایا۔

"اسکا مطلب ہے آپ کو ریڈ میں ناکامی ہوئی۔۔۔" شہر زاد نے ایک لمحے میں ساری سچویشن بھانپ لی۔

"ارتضی حیدر اتنی آسانی سے اپنی ہار نہیں مانتا۔۔۔" وہ زیر لب مسکرایا۔ "بس تھوڑی اندازے کی غلطی ہو گئی، ورنہ رومیصہ اس وقت گھر ہوتیں۔

شہر زاد اس کی بات سن کر پھیکے سے انداز میں مسکرائی، اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ آجکل سہگل فیملی کے ستارے گردش میں ہیں، ہر چیز میں اور ہر کام میں ایک بڑی رکاوٹ منہ کھولے ان کی منتظر ہوتی تھی۔

"چوہدری افتخار وہی ہیں ناں جو صوبائی منسٹر ہیں۔۔" شہر زاد نے ہلکا سا چونک کر پوچھا۔

"بالکل، اور ان کا بھتیجا ارسلان، جسٹس محمود کے بیٹے کا بیسٹ فرینڈ بھی تھا۔۔۔" ارتضی نے ایک اور انکشاف کیا۔

"اوہ مائی گاڈ، آپ نے اریسٹ کیا اسے۔۔۔" وہ فوراً بے تابی سے اٹھ بیٹھی۔

"ہاں، دو گھنٹے حوالات میں رہا، لیکن اوپر سے آرڈر آئے اور ضمانت کروالی گئی اس کی، لیکن بے فکر رہیں، پاتال سے بھی نکال لاؤں گا میں رومیصہ کو۔"

"اتنی اہم خبر مجھے اب بتا رہے ہیں آپ۔۔؟" شہر زاد ہلکا سا بُرا مان کر بولی۔

"یہ بات کرنے سے پہلے آئینہ دیکھ لیں اور یہ اتنی بڑی بینڈیج بھی، پھر مجھ سے پوچھیے گا۔۔۔" وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں اسکی خرابی طبعیت کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ ان دونوں کے درمیان اچھی خاصی بے تکلفی ہو چکی تھی۔

"بھاڑ میں جائے میری طبعیت، آپکو اندازہ نہیں، میں کتنی اپ سیٹ ہوں رومیصہ کے لیے۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"ٹرسٹ می، آپ سے زیادہ نہ سہی لیکن کم، اپ سیٹ میں بھی نہیں ہوں آپکی بہن کے لیے۔۔۔" اسکی بے ساختگی، ایک دفعہ پھر شہر زاد کو چونکا گئی، لیکن اس نے پھر دانستہ نظر انداز کر دیا۔

"ارسلان کو نہیں چھوڑنا چاہیے تھا آپ لوگوں کو، وہ رومیصہ کے بارے میں لازمی کچھ نہ کچھ جانتا ہو گا۔"

"بے فکر رہو، اس کا نام آچکا ہے ہماری لسٹ میں۔۔۔" ارتضی نے اسے تسلی دی۔

مزید کیا پتا چلا۔۔۔؟"

"فارم ہاؤس اس کے چچا کا ہے اور آخری اطلاع آنے تک رومیصہ اسی فارم ہاؤس میں تھی، یہ بریسلیٹ اور کچھ چیزیں بھی وہیں سے ملی ہیں لیکن پریشان کن بات یہ ہے کہ ارسلان پچھلے تین دن سے دوبئی میں تھا اور آج صبح کی فلائیٹ سے واپس پہنچا ہے، یعنی کہ جس وقت فارم ہاؤس میں چھاپہ مارا گیا وہ ملک سے باہر تھا۔" ارتضی نے اس دفعہ تفصیل سے جواب دیا۔

"تو رومیصہ کو وہاں سے غائب کس نے کیا۔۔۔؟" شہر زاد کو پریشانی ہوئی۔

"اسی پوائنٹ پر تو ہم لوگ مزید تفتیش کر رہے ہیں، شاید اس کے کچھ اور فرینڈز ہوں۔۔"

"شاید نہیں یقینا، انہوں نے ہی ریڈ کے دوران غائب کیا ہے اسے وہاں سے۔" شہر زاد نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن ایک چیز حیران کن ہے، جس گاڑی میں اسے وہاں سے نکالا گیا، وہ پولیس کے قبضے میں ہے اور فارم ہاؤس کے پچھلے حصّے میں قدموں کے نشانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے نکالنے والا بندہ ایک ہے۔" ارتضی نے مزید اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔

"ایک بندہ۔۔۔۔؟؟؟" شہر زاد تعجب میں مبتلا ہوئی۔

"ہاں اور کنفیوژن اس بات کی ہے کہ رومیصہ اتنے آرام سے اسکے ساتھ کیوں چلی گئی، وہ شور مچا کر پولیس کی مدد بھی تو لے سکتی تھی۔۔"

"ہوں۔۔۔۔!!!" شہر زاد کو دھچکا لگا۔ "ہو سکتا ہے اس شخص نے اسے جان سے مارنے کی دھمکی دی ہو یا کسی بھی حوالے سے بلیک میل کیا ہو۔"

"مے بی، لیکن مجھے یقین ہے کہ اب یہ صرف دو تین دن کی گیم ہے۔۔" ارتضی خاصا پر اعتماد تھا، اسی وقت دروازہ ہلکا سا ناک کر کے ملازمہ اندر داخل ہوئی۔

http://paksociety.com

"شیری بی بی، بریگیڈیئر وقار درانی آپ سے ملنے آئے ہیں۔۔۔" اس اطلاع پر ارتضی نے ساختہ چونک کر اسکی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ناگواری کا بڑا بھرپور سا تاثر ابھرا تھا۔

"مام کہاں ہیں۔۔۔؟"

"ان کے ساتھ ڈرائینگ روم میں بیٹھی ہیں۔۔۔" ملازمہ نے مزید بتایا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ، میں آرہی ہوں۔۔۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آئی تھنک، آپ کو یہیں بلوالینا چاہیے انہیں۔۔۔" وہ فکر مند انداز میں گویا ہوا۔ اس وقت وہ دونوں شہر زاد کے گیسٹ روم میں تھے۔ وہ ہوسپٹل سے آنے کے بعد اسی کمرے میں تھی، کیونکہ مہمانوں کی آمد و رفت بہت زیادہ تھی اور بار بار سیڑھیاں اترنے چڑھنے سے ابھی تھکن کا احساس ہو رہا تھا۔

"گولی میرے شولڈر کو چھو کر گذری ہے، لیکن ٹانگیں الحمد اللہ سلامت ہیں۔۔۔" شہر زاد کے ہلکے پھلکے انداز پر وہ مسکرایا۔

"اوکے بیسٹ آف لک۔۔۔"

"آپ نہیں ملیں گے ان سے۔۔۔؟" شہر زاد نے ہلکا سا چونک کر اسکی طرف دیکھا، جو جانے کے لیے پر تول رہا تھا۔

"آئی تھنک یہ مناسب نہیں لگتا اور میری موجودگی میں وہ خوامخواہ کو نشس ہو جائیں گے۔۔۔" اس نے بڑے مناسب الفاظ میں انکار کیا تو شہر زاد نے بھی اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

"اوکے ٹیک کیئر آف یور سیلف۔۔۔" اس نے بڑی گہری نظروں سے شہر زاد کا جائزہ لیا، جو اس وقت بڑے پر اعتماد انداز سے چہل پہن رہی تھی۔ اس لڑکی کا اعتماد اور بے نیازی انہیں ہمیشہ کچھ فاصلے پر رہنے پر مجبور کر دیتی تھی، لیکن اس میں کچھ تھا جو وہ اپنی بے انتہاء مصروفیات میں سے بھی ٹائم نکال کر اس کے پاس آنے سے خود کو روک نہیں پاتے تھے اور یہ چیز ان کے ارد گرد رہنے والے لوگوں نے بھی محسوس کرنا شروع کر دی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

برہان اور در شہوار دونوں شفاء انٹرنیشنل ہوسپٹل میں تھے۔

برہان نے ایک دن پہلے بہت اچھے فزیشن کی اپائنمنٹ لے لی تھی۔ در شہوار کے جاتے ہی کچھ ٹیسٹ ہوئے، جن کی رپورٹس کچھ دیر تک ملنی تھیں، برہان اسے لے کر کیفے ٹیریا آگئے۔

"رزلٹ تو تم لوگوں کا آچکا ہے، اب مزید کیا سوچا ہے۔۔۔؟" وہ رشین سیلڈ لے کر اسکی میز پر پہنچے اور بڑے غور سے اسکا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھا۔

http://paksociety.com

"طوبیٰ اور نمیرہ سے پوچھوں گی۔۔۔" اس نے ہلکا سا سنبھل کر جواب دیا۔ وہ جانتی تھی کہ برہان اسٹڈیز کے معاملے میں کسی بھی قسم کی رعایت بخشنے کے قائل نہیں تھے۔

"میرے خیال میں تم تینوں کو بی ایس میں ایڈمیشن لے لینا چاہیے یونیورسٹی میں۔۔۔" برہان نے یونہی بات بڑھانے کی غرض سے کہا۔

"جی ٹھیک ہے۔۔۔" درشہوار خلاف توقع فوراً ہی متفق ہو گئی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے درشہوار۔؟ کوئی اور مسئلہ تو نہیں۔۔" برہان اس کے فوراً مان جانے پر پریشان ہوئے، وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اسے ہر معاملے میں اپنی پسند ناپسند کا بڑا خیال رہتا تھا اور اس چیز پر کمپرومائز کرنا اس کے لیے دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔

نن نہیں بھائی، ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔" وہ ان کی کھوجتی نظروں پر گڑبڑا سی گئی۔

"مجھے کیوں لگتا ہے کہ کوئی پرابلم ہے تمہارے ساتھ۔۔۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔" وہ آج بُری پھنسی تھی لیکن قسمت اچھی تھی جو برہان کی توجہ دوسری جانب مبذول ہو گئی۔۔

"ہائے برہان، آپ یہاں کیسے۔۔۔۔؟"

مناہل قریشی ایک دم ان کی میز کی طرف آئی، درشہوار کے سامنے مناہل سے اچانک ملاقات نے برہان کو ایک لمحے کے لیے خفت میں مبتلا کیا لیکن جلد ہی انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔ دوسری طرف اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر درشہوار کو زوردار جھٹکا لگا، یہ چہرہ وہ بھلا کیسے بھول سکتی تھی۔ پچھلے چند دنوں میں جتنی نفرت اسے اس لڑکی سے ہوئی تھی، اس کی پیمائش کے لیے تو کوئی نیا ہی آلہ ایجاد کرنا پڑتا۔

"میں درشہوار کے ساتھ آیا تھا یہاں، میری چھوٹی بہن ہیں یہ۔۔۔" برہان کی وضاحت پر مناہل نے کھل کر سانس لیا۔ جب کہ درشہوار کے چہرے کے زاویئے اسے دیکھ کر بُری طرح سے بگڑ گئے۔ وہ مناہل کو نظر انداز کیے اپنے سامنے رکھا رشین سیلڈ کھانے لگی۔

"درشہوار، یہ مناہل قریشی ہیں، میری اسٹوڈنٹ اور اب کولیگ بھی۔۔۔" برہان کو اس کا انداز بُرا لگا۔

"جانتی ہوں میں۔۔۔" درشہوار نے سر اٹھائے بغیر بے رخی سے جواب دیا، مناہل کو دھچکا سا لگا اور ایک دم سے برہان بھی شرمندگی کا شکار ہوئے۔ جب کہ مناہل کو درشہوار کے بیزاری کے پیچھے چھپا اپنے مستقبل کا حال صاف دیکھائی دے رہا تھا۔

جاری ہے

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

http://paksociety.com